10/-

قُل لآ اَسئَلکُم علیه اَجراً اِلا المودةَ فِی القربیٰ (الشوریٰ)

تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

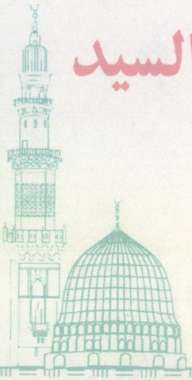

القولُ الجید فی تحقیق السید

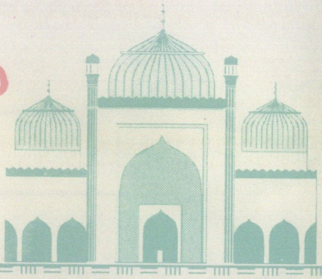

موسوم به

سید کون؟

مصنف اعظم اسلام عمدة المحققین امام المفسرین

تالیف

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالیہ

صاحبزادہ سید محمد منصور شاہ بریلوی

باہتمام

ناظم اعلیٰ جماعت اہلِ سنت میانوالی شہر

ناشر الرضا پبلک لائبریری آستانہ عالیہ محمدیہ غوثیہ محلہ میانہ میانوالی شہر فون 31460

﴿ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ﴾

کتاب :۔ ______ سید کون ؟

مصنف :۔ ______ حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی

زیرِ اہتمام :۔ ______ صاحبزادہ سید محمد منصور شاہ بریلوی

طباعت :۔ ______ اول

تعداد :۔ ______ ایک ہزار

اشاعت :۔ ______ اگست 2000ء

کمپوزنگ :۔ ______ برٹش کمپیوٹر کالج گلی بنک میانوالی

پرنٹنگ :۔ ______ گنج شکر پرنٹنگ پریس سرگودھا

ناشر :۔ ______ الرضاء پبلک لائبریری

آستانہ عالیہ محمدیہ غوثیہؒ محلہ میانہ میانوالی شہر

۱۵/-

قیمت خرید ـــــ ۱۵/ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

یہ رسالہ اُن لوگوں کے رد میں ہے جو سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو سید (عرفی) نہیں مانتے وہ کہتے ہیں یہ لقب حسنین رضی اللہ عنہما کا خاصہ نہیں اور نہ ہی آپکی اولاد کا سید ہونا شرعاً ثابت ہے بس ہر اعلیٰ انسان سید (سردار) ہے اور بس اِس معنی پر حسنین رضی اللہ عنہما بھی سید ہیں۔ اِس مقصد پر اِن لوگوں نے سطحی دلائل بھی لکھے ہیں فقیر چونکہ سادات کرام کا ادنیٰ سا غلام بے دام ہے اپنے طور منکرین کے دلائل کا محققانہ اور اُنکے غلط سوال کا تحقیقی جواب لکھ رہا ہے اِس سے اہل انصاف ہی فیصلہ فرمائینگے کہ فقیر کی کاوش کہاں تک صحیح اور کامیاب ہے۔

مقدمہ :۔ اسلام میں نسبت قیمتی جوہر ہے کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ زنم داست خویش را

یہی وجہ ہے کہ جملہ عالم کے سپرد کیا ہے حضور علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ افضل ہوں۔

صحابی :۔ جس شخص نے بحالت اسلام حیات نبویہ میں رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پیشتر بیداری میں دیکھا یا رسول اللہ ﷺ نے اُس کو دیکھا (جیسے عبداللہ ابن اُم مکتوم) اور پھر وہ شخص اسلام ہی پر مرا۔ ایسے شخص کو اصطلاح میں صحابی کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صحابی ہونے کے لئے ایک لمحہ کی رویۃ اور ایک لحظہ کی ملاقات کافی ہے۔ طویل صحبت اور آپؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت ضروری نہیں۔

قول راجح :۔ علی بن المدینی اور احمد بن حنبل اور امام بخاری اور جمہور فقہا کا یہی مسلک ہے اور یہی قوی اور راجح ہے

فضیلت صحابی :۔ بعض احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ جب لوگ جہاد کے لئے جائیں گے تو دریافت کریں گے کیا تم میں کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو اور اگر رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہو تو کم از کم اِس شخص کو دیکھا ہو جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ تاکہ اُس کی برکت سے تم کو فتح ونصرت نصیب ہو۔

واستنشق الاواح من نحوار ضکم لعلی الاکم اوادی من یراکم۔

اِس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحابی ہونے کے لئے فقط ایک مرتبہ کی رویت بھی کافی ہے۔

موازنہ صحابی :۔ بعض سلف صالحین کے سامنے جب حضرت معاویہؓ اور عمرؒ بن عبد العزیز کا ذکر آیا تو فرمایا کہ حضرت معاویہؓ کی بارگاہِ رسالت میں ایک لمحہ کی حاضری اور صحبت اور ایک لحظہ کی معیت و مجالست عمر بن عبد العزیز اور اُسکے تمام گھر والوں سے افضل و برتر ہے۔ (فتح المغیث)

فوائد و قیود :۔ صحابی کی تعریف وہ لوگ صحابی نہیں کہلائینگے جنہوں نے آپ ﷺ کو بحالت کفر دیکھا لیکن آپکے وصال کے بعد اسلام قبول کیا۔

۲۔ آپکی حیات مبارکہ میں غائبانہ اسلام لائے جیسے سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ وغیرہ اُنکے لئے

اختم ہپائے خود کہ بجویت رسیدہ است

کہ در منت گرفتہ سبویم کشیدہ است

بہر حال وہ وصال کے بعد دفن ہونے سے پہلے آپ جیسے ابو زوہیب خویلد بن خالد الھذلی تو یہ صحابی نہیں کہلائینگے۔

۳۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کو بحالت اسلام دیکھا اور مرتد ہو گئے اور کفر پر مرے وہ بھی صحابی نہیں کہلائینگے جیسے ابن خطل اور ربیعہ بن امیہ اور عبید اللہ بن جحش۔

۴۔ مرتد ہونے کے بعد پھر اسلام کی طرف عود کر آئے اور دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ بالاتفاق صحابی نہیں۔

۵۔ جو لوگ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے لیکن تائب ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے جیسے قرہ بن میسرہ اور اشعث بن قیس۔ اُنکے صحابی ہونے میں اختلاف ہے محدثین کے نزدیک ایسے لوگ صحابی نہیں لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسے لوگ صحابی ہیں۔ اِس لئے ارتداد نے سابقہ اعمال حبط ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔ جو کوئی کفر کرے ساتھ ایمان کے تو اُسکے عمل اکارت گئے۔ اِس آیت کے حکم سے اُن کا صحابی ہونا حبط ہو جائے گا امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ آپ اپنی کتاب الام میں تصریح فرمائی ہے۔

۲۔ صحابیت کے لئے جسمانی بصری رویت وصحبت شرط ہے روحانی رویت کافی نہیں۔ اس لئے جن حضرات انبیاء علیہ السلام نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو شبِ معراج دیکھا وہ صحابی نہیں کہلائینگے سوائے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کہ دوسرے انبیاء کی رویت روحانی تھی۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی رویت جسمانی، دنیوی۔ کیونکہ آپ بجسدہ العنصری زمین سے آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے تھے۔

(سوال) ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ہیں انہیں بھی صحابی کہا جائے۔

(جواب) اُنکے متعلق روایت صحیحہ نہیں اگر روایت درجہ صحت کو پہنچ جائے تو پھر انہیں صحابی کہا جاسکتا ہے جبکہ انہوں نے بجسدہ العنصری حضور سرورِ عالم ﷺ کی شبِ معراج زیارت کی۔

حضرت خضر والیاس صحابی :۔ راجح یہ ہے کہ اگر حضرت خضر اور حضرت الیاس کی ملاقات آپ سے ثابت ہو جائے (جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ دونوں حضرات بھی صحابہ میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اسی بناء پر حافظ عسقلانی نے اصابہ میں حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ کا مفصل ذکر لکھا ہے۔

۵۔ جن اولیاء اللہ اور عارفین کا کشفی طور پر آپ کو دیکھنا اور آپ سے ملاقات کرنا ثابت ہوا ہے۔ وہ حضرات بھی صحابی نہیں کہلائیں گے۔ اِس لئے کہ صحابی ہونے کے لئے جسمانی اور حسی روایت شرط ہے۔ کشفی اور روحانی رویت صحابی ہونے کے لئے کافی نہیں۔

۶۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ صحابی ہونے کے لئے اِسی حیات دنیویہ میں دیکھنا شرط ہے جو حیات بطور خرقِ عادت حاصل ہو جائے۔ اِس میں دیکھنا صحابی ہونے کے لئے کافی نہیں۔ جیسا کہ آپ کے والدین کا بطور خرقِ عادت دوبارہ زندہ ہو کر آپ پر ایمان لانا (کذافی الاجوبته العراقیه ص ۱۲۳) حضور پر نور ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لانے کی بابت مستقل رسالہ لکھا گیا ہے۔ اہلِ علم اِس کی طرف مراجعت کریں۔ (ہنام ابوین مصطفیٰ)

۷۔ صحابی ہونے کے لئے عقل اور بلوغ کی حالت میں دیکھنا شرط نہیں ہے۔ جیسے امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور وہ بچے جو آپ کے عہدِ مبارک میں پیدا ہوئے اور تبرک کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر کئے گئے وہ سب صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریق تھا کہ بچہ پیدا ہوتا تو اُس کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے تاکہ آپ چھوہارا چبا کر بچے کے منہ میں ڈالیں۔ اور اُس کے لئے دعا فرمائیں اور نام تجویز فرمائیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بچے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت حاضر کئے جاتے تھے مستدرک حاکم میں عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ کوئی مولود ایسا نہ تھا کہ تولد ہونے کے بعد آپ کے پاس نہ لایا جاتا ہو۔ بچے آپ کی خدمت میں لائے جاتے تھے اور آپ اُن کے لئے دعا فرماتے تھے۔

لہذا جو بچے حضورؐ کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے اُن کے متعلق غالب گمان یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُن کو دیکھا ہے چونکہ محض گمان غالب کی بناء پر اُن کا شمار صحابہ میں کیا گیا ہے۔ اِس لئے اُن کا شمار صحابہ کی قسم ثانی میں ہوگا۔ لیکن محققین کے نزدیک اُن کی حدیث مرسل ہے۔ (اصابہ جلد نمبر ا ص ۵)

۸۔ صحابی ہونے کے لئے انسان ہونا شرط نہیں انسان ہو یا جن جس کسی نے بھی بحالت ایمان نبی اکرم کو دیکھا ہے وہ صحابی ہے۔

(مسئلہ) :۔ نبی کریم ﷺ کا جن واُنس سب ہی کی طرف معبوث ہونا بے شمار آیۃ قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ سے ثابت ہے جسطرح انسانوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا اُسی طرح جنات کو بھی شرف حاصل ہوا اِس لئے حافظ عسقلانی وغیرہ کو جن جنات کا کسی طرح صحابی ہونا معلوم ہوا ہے اُنکا صحابہ میں ذکر کیا ہے جیسے ارقم جنی حضرت ابن عباسؓ نے واذصرفنا الیک نضراً من لجن یسمعون القرآن کی تفسیر میں منقول ہے کہ جنات آپ ﷺ کا قرآن سننے کے لئے حاضر ہوتے تھے جن کے اسماء یہ ہیں شلط، شاصر، خاصر، جسا، مسا، تخم، ارقم، اورس، حاضر رضی اللہ عنہم۔ عسقلانی ابن حجر فرماتے ہیں کہ اِس طرح میں نے حافظ مغلطائی کے خود ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر سے نقل کیا ہے۔
(اصابہ جلد نمبر ا ص ۲۹ ترجمہ الارقم الجذلی)

فائدہ :۔ جنات کا صحابی ہونا تو قطعی اور یقینی ہے اور مسلم ہے لیکن ملائکۃ اللہ یعنی فرشتوں کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے شیخ تقی الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی بعثت عامہ ملائکہ کو بھی شامل ہے اِس لئے فرشتے اُمتی ہونے کی وجہ سے صحابیت کے شرف سے مشرف ہوسکتے ہیں جمہور علماء اسلام کا

مسلک یہ ہے کہ آپ کی بعثت اور دعوت میں فرشتے داخل نہیں۔ کیونکہ وہ نہ تکلیفات شرعیہ کے مکلف نہیں اور نہ احکام الٰہیہ کے مخاطب ہیں۔ اِس لئے صحابی بھی نہیں ہو سکتے۔ صحابی کا لقب تو صرف اُمتی کے لئے ہے جو آپ کی نبوت ودعوت کا مخاطب اور مکلّف ہے (الاصابہ جلد ا ص ۷)

انبیاء اللہ کی بعثت کی غرض یہ ہے کہ اُن بندوں کو حق کی اطاعت کی طرف بلائیں۔ جن سے خدا کی معصیت اور نافرمانی کا اندیشہ ہے جیسے جن کو اُنس اور جو بندے سراپا عصمت واطاعت ہیں جن میں معصیت کا امکان بھی نہیں۔ اُن کو خدا کی طرف بلانے کے لئے انبیاء کو معبوث کرنا خلاف حکمت ہے۔

۹۔ جن علماء اہل کتاب نے بعثت سے پیشتر آپ میں نبوت ورسالت کی علامات دیکھ کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور اُس کی شہادت دی کہ آپ عنقریب معبوث ہوں گے۔ اور آپ ہی وہ نبی ہیں۔ جن کی بشارتیں توریت اور انجیل میں مذکور ہیں اور پھر آپ کے معبوث ہونے سے پہلے ہی یہ لوگ انتقال کر گئے جیسے بحیر اراہب اور زید بن عمرو بن نفیل۔ تو صحیح اور محقق یہی ہے کہ یہ لوگ صحابی ہیں۔

۱۰۔ صحابی ہونے کے لئے آزاد وعاقل وبالغ یا مرد ہونا شرط نہیں۔ غلام اور آقا بالغ اور نابالغ مرد اور عورت سب صحابی ہو سکتے ہیں۔

نتیجہ :۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو دو نسبتیں حاصل تھیں (۱) جگر گوشہء رسول ہونا (۲) صحابی ہونا جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ اوپر عرض کیا کہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ غیر بالغ بچے بھی شرف صحابیت سے مشرف سمجھے جائیں۔

لطیفہ :۔ جس منحوس فرقہ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی شہادت کا انکار کر کے امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو امام برحق مانا۔ یہی فرقہ حسنین کریمین کی سیادت کا منکر ہے اور صحابیت کا بھی۔ فقیر صرف اُنکی سیادت (سید ہونا) پر گفتگو کریگا پھر صحابیت کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں امام حسینؓ کی شہادت پر علیحدہ رسالہ لکھا ہے "شہادۃ حسین وبغاوتِ یزید"۔

سید صرف اللہ ہے :۔ دنیا رنگ برنگی ہے تو اسمیں مذاہب بھی رنگ برنگے ہیں ہزاروں عقائد و مسائل دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اب ایک نیا عقیدہ سننے میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حسنین کریمین

اور حضور غوث اعظم اور اُنکی اولاد سید نہیں۔ سید صرف اللہ ہے۔ فقیر اس رسالہ میں ثابت کریگا۔ واقعی اللہ تعالیٰ سید و سالار اور مالک و مختار ہے لیکن اُسکی عطا سے اُسکے بندے بھی سید ہیں۔ چنانچہ علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ لفظ سید محمد و آل محمد اور اُن کی اولاد کے لئے مخصوص ہے نیز اولادِ رسول قیامت تک قابلِ احترام ہے یاد رہے کہ کسی غیر کے لئے جائز نہیں کہ مخصوص لفظ کو اولادِ رسول کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرے۔ اِس سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں کہ جو شخص سید ہے وہ اپنی ذات کو چھپائے نہیں اور جو شخص سید نہیں وہ خود کو سید کہنے کی جرات نہ کرے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے اِس قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ جب لفظ سید قابلِ عزت اور قابلِ فخر ہے تو جس طرح آنجنابؐ کو اپنے بہترین گھرانے پر اور اپنے افضل ہونے پر فخر تھا۔ اُسی طرح سادات کو بھی یہ فخر اور خوشی حاصل ہے کہ وہ نسلِ رسول سے ہیں لیکن اُسی فخر نسبی پر دنیوی زندگی واُخروی امور پر انحصار نہ کرے تاکہ ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے مثلاً دیکھ لیجئے بہت سے سادات اعلیٰ گھرانہ کے باوجود گداگرا ہیں اور بہت سے کم مرتبہ (باعتبار نسب) عالم دنیا میں کسب و ہنر اور علم و عمل سے شہنشاہ اور مخدوم جہان ہیں اور آخرت میں دیکھنا کہ بہت سے اعلیٰ گھرانہ کے لوگ مجرموں کے کنارہ پر ہونگے اور بہت کم مرتبہ باعتبار نسب ہزاروں کی شفاعت کرینگے۔

لطیفہ :۔ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سید نسب خوب بکتا ہے چند ٹکے دیکر بہت سارے کم نسب حسنی سید بن گئے (ایسے لوگ بلا حساب سید ھے جہنم میں جائیں گے)۔

حکایت :۔ تذکرہ غوثیہ میں واقعہ لکھا ہے غوث علی شاہ اپنے ایک ہم نام فقیر کے ساتھ بغداد میں شریک سفر تھے۔ وہاں اُنہوں نے سنا کہ ہندوستان کے تین چار جو ے سجادہ نشین کو ایک ایک ریال دے کر حسنی سید بن گئے اور نسب نامہ بھی حاصل کر لیا غوث علی شاہ نے ازراہِ مذاق اپنے ہم نام دوست جو ساداتِ حسینی سے تھے کہا۔

میر صاحب آپ بھی ایک ریال حضرت کو نذر کر کے اولاد میں شامل ہو جائیں۔ اِس پر وہ فقیر غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ ہم میں کیا کسر ہے تم سے کچھ کم ہیں۔ اگر تمہارے ہاں (غوث علی شاہ پانی پتی) حسینی سید تھے تو ایک امام ہے تو ہمارے خاندان میں امام ہیں۔ (تذکرہ غوث ص ۱۰۸)

فائدہ :۔ عموماً جعلی سید ایسے بھی ہیں کہ اُنہیں سید نہ کہا جائے تو لڑائی پر اُتر آتے ہیں سچے سید کی نشانی

یہ ہے کہ وہ اِس معاملہ میں کسی سے ناراض نہیں ہوتا کیونکہ اُسے یقین ہے کہ کوئی مانے نہ مانے اُسکے سید ہونے میں کوئی فرق نے پڑے گا۔

انتباہ :۔ کوئی خود کو سید کہلاتا ہے اگرچہ یقین ہو کہ یہ سید نہیں تب بھی نسبت کی عزت کرینگے وہ غلطی کر رہا ہے تو وہ اپنی سزا پائے گا ہمیں نسبت کی عزت کرنے کا اجرو ثواب ملے گا یہی ہمارے اسلاف رحمہم اللہ کا طریقہ تھا تفصیل آئیگی (انشاء اللہ تعالیٰ) البتہ سرزنش کے طور پر اگر اُسے اِس حرکت سے باز رکھا جائے اور سمجھایا جائے تو بہتر ہے تاکہ وہ ایسے بہت بڑے گناہ سے بچ جائے۔

ازالہءِ وہم :۔ جب یقین ہو کہ یہ سید نہیں تو پھر تعظیم و تکریم کا کیا معنی تو اسے یوں سمجھیں کہ جسکی ہم تعظیم سید سمجھ کر بجا لا رہے تھے اُسکے اصلی۔ نقلی سید ہونے سے ہم بے خبر ہیں لیکن ہماری نیت نسبت کی تعظیم کی ہے اور وہ یقینی ہے باقی رہی شہرت وہ کبھی غلط بھی ہو سکتی ہے اِس لئے یہ جس قوم سے ہے ممکن ہے اُنکی اصل قوم سید ہو جو بعد کو پیشہ کی وجہ سے پیشہ وری قوم مشہور ہو گئی ہو اور یہ آجکل بھی ہے لیکن نسبت کی تعظیم سے حضور سرور عالم ﷺ بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور اُسکے برعکس پر ناراض ذیل کے واقعہ سے اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

حضرت مولانا قلندر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ہر روز زیارت رسول اللہ ﷺ کی ہوتی تھی۔ ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طمانچہ مارا اُس دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا۔ انہوں نے ایک زن ولیہ مجذوبہ کے حوالہ کیا۔ سنتے ہی ہوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا شف ھذا رسول اللہ ﷺ پس مولانا نے بیداری میں چشمِ ظاہر سے زیارت کی۔ اِس سے پہلے لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (شائم امدادیہ ص ۱۴۴)

فائدہ :۔ سید زادے کو مارنے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زیارت سے محروم فرمادیا۔ اِسی طرح رسول پاک ﷺ کے غلاموں، اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی اولاد کو ستانے سے یہ حضرات بھی اپنی نوازشات، عنایات، توجہات، افادات، افاضات سے محروم کر دیتے ہیں۔ بشرطیکہ سید زادوں اور پیرزادوں کی ناراضگی دائرہ شرعیہ میں ہو اور نفسانیت سے نہ ہو۔ اگر دائرہ شرع سے خارجی وجہ سے ناراضگی ہو تو وہ ناراضگی نہیں شرارتِ نفس ہے جسکی سزا سید زادہ و پیر زادہ پائے گا آج نہ سہی تو کل (انشاء اللہ)

رسول اللہ ﷺ بھی سید نہیں :۔ ایک قوم خود رسول اللہ ﷺ کو سید نہیں مانتی جیسا کہ حدیث ذیل کی شروع سے ثابت ہوتا ہے۔ اور خوارج و نواصب عقائد سے متعلق لوگ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما و دیگر جملہ اہل سنت عظام کو سید نہیں مانتے، غوث صمدانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو شیعہ روافض (خذ بہم اللہ تعالیٰ) سید نہیں مانتے۔ اِس طرح ہر دور میں بہت سے اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حسباً نسباً سادات کرام ہیں لیکن بعض بدبخت اُنکو سید نہیں مانتے ہمارے پاکستان میں حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو وہابی غیر مقلد سید نہیں مانتے ہمارے پڑوسی گوگڑاں کے مشہور پیر طریقت موصوف الصدر بزرگ کے خلیفہ حضرت پیر سید امام علی شاہ صاب رحمتہ اللہ علیہ کو اُنکے حاسدین سید نہیں مانتے فقیر کے دوست اور مخدوم حضرت پیر سید علی اکبر شاہ صاحب علاقہ امین آباد (ضلع رحیم یار خان) کے لئے سید ماننا اُنکے بعض رقیبوں کو گوارہ نہیں ایسے ہی بہت سے مظلوم سادات کرام ہونگے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ :۔ آپکی سیادت کے منکرین کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے عن عبداللہ بن الشخیر قال انطلعت فی وفد بنی عامر الی النبی ﷺ فقلنا انت سیدنا فقال السید اللہ تبارک و تعالیٰ (الحدیث رواہ ابو داؤد بسند جید)

ترجمہ :۔ عبداللہ بن الشخیر نے فرمایا کہ میں بنو عامر کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے عرض کی آپ ہمارے سید ہیں آپؐ نے فرمایا سید اللہ ہے۔

فائدہ :۔ ابن القیم نے کہا۔ اختلف العلماء فی جواز اطلاق السید علی البشر فمنه قوم و نقل عن مالك و اجستجو الهذا الحدیث وجوزه قوم و اجستجو البقول النبی ﷺ لانصار قوموا الیٰ سید کم وهذا اصح من الحدیث الاول۔

ترجمہ :۔ علماء نے سید کا کسی بشر پر اطلاق میں اختلاف کیا ہے ایک قوم نے منع کیا ہے انہوں نے حدیث مذکور سے حجت لی ہے اور ایک قوم نے اُسے جائز مانا ہے انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد ذیل سے حجت لی ہے کہ آپ انصار کو فرمایا اپنے سید (سردار) کے لئے کھڑے ہو جاؤ یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

حدیث مذکور اور ابن القیم کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ کو سید کہنے کی ممانعت ہے

اگرچہ ایسا فرقہ آجکل کوئی ایسا نہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کو سید نہ مانے لیکن حدیث شریف سے اہل سنت کی دلیل واضح ہوئی کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کی ہو وہ حضور علیہ السلام اور دوسرے حضرات کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ مثلاً ایک حدیث شریف میں ہے۔

لایقون احد کم عبدی وامتی کلکم عبید اللہ وکل نساء کم اناء اللہ ولکن یقل غلامی وجاریتی (مشکوۃ)

ترجمہ :۔ تمہارا کوئی نہ کہے میرا عبد میری اُمہ، تم سب اللہ کے عبد اور تمہاری عورتیں اماء ہیں ہاں کہے میر اغلام اور میری لونڈی۔ تو جس طرح یہاں عبد وامہ کہنے سے روکا گیا لیکن اسے مجاز اًغلام وغیرہ کے معنی میں ہو تو جائز ہے جیسے ہم عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفےٰ نام رکھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ایسے ہی اللہ کو سید بھی بمعنی مالک وخالق ہے اور حضور علیہ السلام آنے والے وفد کو بھی یہی ادب سکھایا کہ اصل سرداری و مالکیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اِسی لئے یہی عقیدہ رکھنا ورنہ حضور نبی پاک ﷺ نے اپنے لئے فرمایا انا سید ولد آدم۔ میں بنو آدم کا سردار ہوں۔ بلکہ یہی اب عرف ہو چکا ہے کہ آپ ہی سید الاولین والآخرین ہیں آپ ہی سید المرسلین ہیں ﷺ (نکتہ) آپ ﷺ نے جہاں اللہ کے متعلق ادب سکھایا اپنی ذات کے لئے تعلیم دی کہ عرف میں سید عام سردار کو کہا جاتا ہے تو اے آنے والو؟ اپنے عرف پر مجھے عام سردار نہ کہو تمہیں تو چاہیے کہ کہو نبی اللہ ورسول اللہ ﷺ۔

فائدہ :۔ احکام عرف پر چلتے ہیں باوجودیکہ السید اللہ تعالیٰ کے لئے کہنے کی تاکید ہے لیکن آج کے عرف کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کو سید نہیں کہا جا سکتا۔ ثابت ہوا کہ آپ کے عرف میں سید حضور ﷺ ہی ہیں۔

کیا حسنین کریمین سید نہیں :۔ پہلے مضمون ذیل پڑھیے۔

سید الشہداء کی علمی تحقیق

یہ مضمون اِسی عنوان سے شمس الاسلام بھیرہ ضلع سرگودھا میں شائع ہوا۔

برصغیر پاک و ہند میں سید الشہداء کا لفظ حضرت حسینؓ بن علیؓ کے نام کے ساتھ بولا اور لکھا جاتا ہے اور یہ استعمال ناواقفوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں گرفتار ہیں۔ چونکہ کسی صحابی کے نام کے ساتھ اِس قسم کے الفاظ کا استعمال عموماً مذہبی روایات پر مبنی ہوتا ہے اِس لئے کچھ بعید نہیں کہ لوگ سید الشہداء کے لقب کو بھی حضرت حسینؓ کے حق میں مذہبی اور نصوص نبویہ سے ثابت سمجھتے ہوں۔ بنابریں یہ تحقیق کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ روایات میں سید الشہداء کا لفظ آنجناب کے لئے وارد ہوا ہے یا نہیں۔ نیز جس طرح شہید کے شرعی مفہوم کے تعین میں ماوشما کی رائے کو مطلق دخل نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور جناب رسالتماب ﷺ کے بیان سے یہ مفہوم متعین ہوگا۔ یعنی یہ جائز نہیں ہے کہ ہم یا آپ شہید کا کوئی معنے تجویز کر کے جس پر وہ معنے صادق آئے اُس کو شہید قرار دینے لگیں۔ بلکہ شہید کے جو معنے قرآن کریم یا احادیث طیبہ میں مذکور ہیں صرف اُسی کے لحاظ سے کسی کو عند اللہ شہید کہا جا سکتا ہے۔

اِسی طرح کسی شہید کی نسبت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ تمام شہیدوں کا سردار ہے۔ ماوشما کی رائے و قیاس کی دسترس سے باہر ہے جس بے نیاز کی راہ میں سر کٹانے کا نام شہادت ہے وہی اور تنہا وہی اِس بات کو جانتا ہے کہ کس جانباز کا خون سب سے زیادہ قیمتی اور کس سرباز کا سر سیادت شہداء کے تاج کا مستحق ہے اور وہی اِس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ کونسی سعید روح اُسکی بارگاہ مقبولیت میں تمام شہیدوں کی سرداری کے اعزاز سے سرفراز ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ خدائے بے نیاز کے اِس فیصلہ کا علم اُمتِ محمدیہ کو آنحضرت ﷺ کے اعلام و اخبار کے بدون ناممکن ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اخبار نبویہ میں اِس فیصلہ کی جستجو کی جائے۔

نظر بریں ناچیز نے کتب احادیث کی ورق گردانی کی۔ اور فرصت حاضرہ میں جن کتابوں کا مطالعہ ہو سکا کیا اِس طویل مطالعہ کے بعد میں جن نتائج پر پہنچا ہوں۔ اُن کو اہل علم کے سامنے اس غرض

سے پیش کرتا ہوں کہ وہ بھی اِس طرف توجہ فرمائیں۔

(۱)احادیث نبویہ میں صرف دو صحابیوں کے لئے سید الشہداء کا لفظ وارد ہوا ہے۔ایک حضرت حمزۃؓ ۔دوسرے حضرت بلال موذنؓ چنانچہ مستدرک حاکم جلد سوم ص ۱۹۹ میں بروایت حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔"سید الشہداء عند اللہ تعالیٰ یوم القیامتہ حمزۃ" قیامت کے دن خدا کے پاس تمام شہیدوں کے سردار حمزۃؓ ہیں۔اِس حدیث کی نسبت حاکم نے لکھا ہے ھذا حدیث صحیح الاسناد یعنی یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔اور ذہبی نے بھی اِس کو صحیح لکھا ہے۔

اور اسی مستدرک جلد سوم صفحہ ۱۹۲ میں حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ان افضل الخلق یوم یجمعهم الله الرسل وافضل الناس بعد الرسل الشهداء وان افضل الشهداء حمزة بن عبدالمطلب بیشک جس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو یکجا کرے گا۔اس دن سب سے افضل رسول ہوں گے اور رسولوں کے بعد شہداء اور شہیدوں میں سب سے برتر حمزۃؓ ہوں گے۔

اور کنز العمال جلد ششم ص ۱۷۱ میں شیرازی کی کتاب الالقاب کے حوالہ سے بروایت حضرت جابر منقول ہے حمزۃ سید الشہداء یوم القیامتہ۔اور اِسی میں بحوالہ مجمع کبیر للطبرانی بروایت حضرت علی منقول ہے۔سيدالشهداء عند الله يوم القيامته حمزة بن عبدالمطلب ۔اور امام زیلعی کی نصب الرایہ ص ۲۵۰ ج ۲ میں ہے ولمعروف فی قوله عليه السلام سيد الشهداء انه حمزة (الیٰ قولہ) وردنحو ذلك فی بلال رواه البزازفی مسنده من حديث زيد بن ارقم (یعنی معروف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزۃؓ کو سید الشہداء فرمایا ہے۔اور اِسی کے مثل حضرت بلال کے باب میں بھی وارد ہوا ہے جس کو بزاز نے اپنے مسند میں حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے)

اور ایسا ہی حافظ ابن حجر کی روایہ میں بھی ہے۔

امام زیلعی نے مسند بزاز کی وہ حدیث جس میں حضرت بلالؓ کو سید الشہداء فرمایا گیا ہے۔نقل کر کے لکھا ہے۔ وينظر بقيته السندو المتن یعنی باقی سند اور متن دیکھ لی جائے۔

اِس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضرت حمزۃؓ کے حق میں سید الشہداء کا لفظ متعدد روایات میں جن کی ماہرینِ فن نے تصیح کی ہے وارد ہوا ہے۔اور حضرت بلالؓ کے حق میں ایک روایت سے اِس کا ثبوت ہوتا ہے لیکن وہ اِس پایہ کی نہیں ہے۔

(۲) اِن دو صحابیوں کے علاوہ اور کسی کے باب میں یہ لفظ میری نگاہ سے کسی روایت میں نہیں گزرا اور اگر نصب الرایہ و درایہ کے اِن مقامات کو غور سے پڑھیے جن کا میں نے حوالہ دیا ہے تو اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن دونوں وسیع النظر محدثوں کی نگاہ سے بھی کوئی صحیح یا ضعیف روایت نہیں گزری ہے جس میں حضرت حمزہؓ و بلالؓ کے علاوہ کسی تیسرے صحابی کے نام کے ساتھ سید الشہداء کا لقب وارد ہوا ہو۔ ورنہ یہ حضرات ضرور اِس روایت کا ذکر کرتے۔ اِس لئے کہ محل اُس کا مقصد تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ریحانۃ الرسول جگر گوشہء بتول حضرت حسینؓ کے نام نامی کے ساتھ سید الشہداء کا استعمال کسی مذہبی روایت یا نص نبوی پر مبنی نہیں ہے تحقیقی طور پر تو معلوم نہیں کہ کب اور کس بنیاد پر اُسکی ابتداء ہوئی لیکن بظاہر اس کی ابتداء اُن لوگوں کی ہے جن کے نزدیک جب اہلبیت کے یہ معنی ہیں کہ بے سروپا اور بے بنیاد فضائل و مناقب اُن کے لئے ثابت کئے جائیں۔ اور دوسرے تمام صحابہ کے مدائح و مفاخر کا انکار کر کے اُن سے کو زبردستی اہلبیت پر چسپاں کیا جائے۔ حالانکہ حبّ و تعظیم یہ ہے کہ جتنی باتیں ثابت ہیں صرف وہی ثابت کی جائیں اور اظہارِ عقیدت میں دائرہ شریعت اور نصوص نبویہ کے حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ غالی لوگ ایک بات پیدا کرتے ہیں اور دوسرے حضرات جو جادہء صواب پر ہیں چونکہ جملہ واجب التعظیم بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں اِس کو بے تامل قبول کر لیتے ہیں۔ اور سادگی کی وجہ سے یا انتہائی رواداری پسند ہونے کی بناء پر اِس طرف اُن کی توجہ بھی نہیں ہوتی۔ کہ اِس ایجادِ نو کی تہ میں کس قسم کے جذبات کام کر رہے ہیں اور اِس سے کیا کیا شرعی مفاسد لازم آنے کا امکان ہے۔

مثال کے طور پر امام کے لفظ کو لے لیجئے کہ بہترے سُنی حضرات اِس لفظ کو حضرات حسنینؓ کے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بے شبہ شیعوں کی ایجاد ہے اور وہ اپنے مزعومہ مسئلہ امامت کی بنیاد پر اُن حضرات کو امام لکھتے ہیں۔ جس کی رو سے یہ حضرات شیعوں کے نزدیک معصوم و مفترض الطاعۃ ہیں۔ اور اِس معنی کے لحاظ سے کسی سُنی کے لئے کسی غیر نبی پر امام پر اطلاق جائز نہیں ہے۔ مگر سُنی حضرات نے صرف اِسی بناء پر کہ حضرات حسنینؓ بھی مثل دیگر صحابہ کے اُن کے واجب التعظیم ہیں۔ امام کے معنے مطلق پیشوا و مقتدا کے لے کر اُن حضرات کو امام لکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر رواداری کے مظاہرہ کا جذبہ غالب نہ ہوتا تو یہ بات غور طلب تھی کہ حضرات حسنینؓ کے مطلق پیشوا اور

مقتدا ہونے میں تو بے شبہ کوئی کلام نہیں ہے اور اِس معنے کے لحاظ سے یقیناً وہ امام ہیں لیکن چونکہ حضرات شیعہ اِس لفظ کو حضرات حسنینؓ کے حق میں ایک ایسے معنے کے لحاظ سے استعمال کرتے ہیں جس کی شریعت مطہرہ قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ اِس لئے اُن کے حق میں اِس لفظ کو استعمال کرنے سے سخت التباس واشتباہ کا اندیشہ ہے اور مخالفین اِس التباس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ناواقفوں کو مغالطہ دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر کسی ایسے شخص کے حق میں یہ لفظ بولا جائے جن کو مخالفین معصوم و مفترض الطاعہ نہیں سمجھتے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہ یہاں اصلاً کسی التباس و مغالطہ کا امکان نہیں ہے۔

اِس قبیل سے اُن حضرات کے حق میں علیہ السلام بھی ہے جو بہترے سنیوں کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ حضرات شیعہ کا مخصوص شعار ہے کہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنے مزعومہ ائمہ معصومین کے لئے بھی علیہ السلام کا استعمال کرتے ہیں۔

میری غرض یہ ہے کہ مخالفین کے بہت سے من گھڑت افسانے اُن کے مخترع فضائل و مناقب اور خانہ ساز القاب ہماری سادگی و رواداری کی وجہ سے ہم میں رواج پا جاتے ہیں۔ انہیں میں سے سید الشہداء کا لقب بھی ہے۔ جو حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ لکھا اور بولا جاتا ہے حالانکہ نصوص نبویہ میں اُس کا کوئی نشان نہیں ہے اور جس بزرگ کا ثبوت کسی بزرگ کے لئے اِس دلیل سے نہ ہو جس سے وہ بزرگی ثابت ہونی چاہیے اُسکو اُس بزرگ کے لئے زبردستی ثابت کرنا اُسکی تعظیم نہیں ہے بلکہ منافی تعظیم ہے حضرت حسینؓ کے صحیح و ثابت فضائل و مناقب کیا کم ہیں کہ کوئی بے سروپا فضلیت اُن کے لئے ثابت کی جائے؟

اُن کے اظہار شرف و فضل اور اُن کی عظمت و بزرگی کے اعلان کے لئے کیا نسبتِ رسول ﷺ ناکافی ہے کہ سید الشہداء کا لقب بھی خواہ مخواہ اُن کے لئے بے دلیل ثابت کیا جائے؟ خصوصاً جبکہ سیادت شہداء اُن امور میں سے ہے اور اِس منزلت عظیمہ کے حصول کا کسی پر حکم لگانا ایسا ہی ہے جیسے کسی کی نسبت بلا دلیل شرعی یہ کہنا کہ وہ تمام جنتیوں میں افضل تر ہے۔

نوٹ:۔ یہ مضمون بھیرہ ضلع سرگودھا ماہنامہ الشمس الاسلام میں بقلم مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا ہے جسے فقیر نے لفظ بلفظ لکھا ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:۔ مضمون نگار سے فقیر ذاتی طور پر واقف نہیں اور نہ ہی کوئی اُنکی تصنیف میری

نظر سے گزری ہے لیکن تحریر ھذا سے یہ صاحب دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو یزید کو امام برحق اور امام حسینؓ کو باغی قرار دیتا ہے (معاذاللہ) اِسی لئے یہ گروہ جب سرے سے امام حسینؓ کی شہادت نہیں بغاوت مانتے ہیں تو اُنہیں کب گوارہ ہے کہ وہ آپکو سید الشہداء تسلیم کریں۔ اِسی لئے وہ اُنکے لئے امام کے اطلاق کو بھی گوارہ نہیں کر رہا۔ حالانکہ سبکو معلوم ہے کہ اگرچہ یہ اصطلاح شیعہ کی سہی لیکن عرف عام میں جو نبی علیہ السلام کا غلام ہے ہمارا امام ہے غیروں کے نظریات کے غلبہ کا وہم صرف وہم ہے اِس لئے کہ یہ وہم پہلے تو اہل حق کے لئے مضر نہیں ہوتا بالخصوص جب عرف عام میں غلبہ کو دیکھا جاتا ہے۔ دور حاضر میں لفظ امام عوام مقتدا و پیشوا بلکہ اِس سے بھی آگے بڑھ کر زیادہ تر نماز کے پیش امام کو بھی عام طور پر امام صاحب کے لفظ سے گفتگو کرتے ہیں اِس لئے شیعہ اپنی جگہ غلط ارادے کرتے ہیں اُن سے ہمارا کیا کام۔ بہت سی اصطلاحات شیعہ بلکہ دیگر بد مذاہب عوام میں معروف ہیں تو کیا اُن تمام اصطلاحات کا استعمال حرام ہو جاتا ہے مثلاً وہ بھی پنجتن پاک کہتے ہیں تو ہم بھی کہہ دیتے ہیں اُنکی اصطلاح اُنہیں مبارک ہم اپنے نظریہ پر کہہ دیتے ہیں تو کونسا حرج ہے۔ اسکے نظائر آگے چلکر عرض کرونگا (انشاء اللہ) فقیر کے دو رسالے مطبوعہ ہیں (۱) پنجتن پاک کہنے کا ثبوت اور لفظ امام کی علمی تحقیق۔ انکا مطالعہ کیا جائے۔

علیہ السلام کا اطلاق :۔ یہ اعتراض بجا ہے لیکن یہ بھی صرف خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے اِس سے بچنا بہتر ہے اِس پر فقیر کی ایک مستقل تصنیف ہے۔ **اطلاق علیہ السلام علی غیر الانبیاء و الملائکتہ الکرام۔**

سید الشہداء کا لقب :۔ مانا کہ احادیث مبارکہ میں اُسکا اطلاق صرف سیدناء امیر حمزہؓ اور سیدنا بلالؓ کے لئے وارد ہے باوجودیکہ حضرت بلالؓ کو ظاہری عرفی شہادت حاصل نہیں ہوئی تو اسکا مطلب کہاں سے نکال لیا کہ اُنکے سوا کسی دوسرے کو کسی خاص مناسبت سے یہ لقب دینا ناجائز ہے واقعی سیدنا امیر حمزہؓ سید الشہداء کے لقب کے حقدار ہیں لیکن سیدنا امام حسینؓ کی داستان ظاہری اعتبار سے ایسی شہادت کہ جسے ملکوتی مخلوق نے بھی منظر دیکھ کر عش عش کیا کسی شاعر نے آپکی شہادت کا نقشہ یوں کھنچا ہے۔

جو دہکتی ہوئی آگ پہ سویا وہ حسینؓ
جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھویا وہ حسینؓ

جو جوان بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؓ

جس نے سب کچھ کھو کے پھر نہ کھویا وہ حسینؓ

جس نے اپنے بچوں کی دے دی سخاوت وہ حسینؓ

ہنس کے جس نے پی لیا جامِ شہادت وہ حسینؓ

شہادت حسینؓ نگاہ نبوت میں :۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی چچی اُم فضل جو کہ حضرت عباسؓ کی زوجہ محترمہ ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کو آغوش مصطفٰےؐ میں دیا اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ شہنشاہِ دو عالم ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہیں میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

اتانی جبرائیل علیه السلام فاخبر نی ان اُمتی ستقتل ابنی هذا۔ (المستدرک ص ۱۷۷ جلد ۳)

ترجمہ :۔ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اُنہوں نے مجھے خبر دی کہ میری اُمت میرے اِس فرزند کو قتل کردے گی۔

(۱) پھر حضور سرور عالم ﷺ سے اُم الفضل نے عرض کی یا رسول اللہ کیا اِس صاحبزادہ کو امت شہید کردیگی آپ نے فرمایا ہاں۔ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس اُسکی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی لائے (مشکوۃ ص ۲۷ ج ۵)

(۲) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارض طف میں قتل کردیا جائے گا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے (فائدہ) طف کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جسے کربلا کہتے ہیں۔ (طبرانی صواعق محرقہ ص ۱۱۸)

(۳) حضرت اُنسؓ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتہ نے حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے خداوند قدوس سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو اُس وقت حضرت حسینؓ آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ اُن کو چومنے اور پیار کرنے لگے فرشتہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا اِن

اُمتك ستقتله - آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں اُن کی قتل گاہ (کی مٹی) آپ کو دکھاؤں۔ پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اُم سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اُس مٹی کو شیشی میں بند کر لیا۔ جو حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن خون ہو گئی۔ (صواعق محرقہ ص ۱۱۸)

علی المرتضٰی کی نظر میں:- ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گزر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اُس زمین کا نام دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا اِس زمین کا نام کربلا ہے۔ کربلا کا نام سنتے ہی آپ اِس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے اُنھوں نے مجھے خبر دی اِن ولدی الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال له کربلاء - میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اِس جگہ پر شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۱۸)

(۲) ابو نعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسین کی قبر گاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اِس مقام پر اُن کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں اُن کے خون بہائے جائیں گے۔ آل محمد ﷺ کے بہت سے جوان اِس میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان اُن پر روئیں گے۔ (خصائص کبری ص ۱۲۶ ج ۲)

فائدہ:- اِن احادیث کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ کو حضرت امام حسینؓ کے شہید ہونے کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور نے بھی اِس کا بار ہا ذکر فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام حسین کے عہد طفلی ہی میں خوب مشہور ہو چکی تھی اور سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کے شہید ہونے کی جگہ کربلا ہے بلکہ اُس کے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے اور انھیں خوب معلوم تھا کہ شہدائے کربلا کے اونٹ کہاں باندھے جائیں گے۔ اُن کا سامان کہاں رکھا جائے گا اور اُن کے خون کہاں بہیں گے؟

انتباہ:- مذکورہ بالا بیانات سے واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو علم غیب کلی باذنہ تعالیٰ حاصل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی نہ بھولئے کہ سیدنا امام حسینؓ کی شہادت مسلم ہے جن شوم بختیوں کو سرے سے امام

حسینؓ کی شہادت سے انکار ہے تو وہ سید الشہداء کے لقب کو کب گوارہ کر سکتے ہیں جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دور کے غزوات وشہادات کے مراتب علیا کو نہ کوئی پا سکتا ہے اور نہ ہی امکان اور پھر مرتبہ شہادت کے اعتبار سے اگر امام حسینؓ سید الشہداء کا لقب دیا جاتا ہے تو کونسا حرج ہے یہ تو مخالفین کو بھی مسلم ہے کہ القابات ہوں یا دیگر فضائل اپنے دور اور بعض وجوہ سے آنے والے ادوار کے اعتبار سے ہوتے ہیں وہ خود اپنے مولویوں کو شمس العلماء تاج الفقہاء۔ سید المشائخ و دیگر ایسے القابات کہ اُنہیں لائق ہیں یا نہیں لیکن اُنکے نزدیک روا ہے اور انکا جواب اُنکے پاس یہی ہے کہ یہ القابات و خطابات سابقین یا اُن سے بڑھ کر مراتب کے حضرات کے لئے نہیں بلکہ اُنکے ہمعصر اور آنے والوں کے اعتبار سے ہیں تو یہاں بھی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ سیدنا امیر حمزہؓ سید الشہداء ہیں اِس سے انکار نہیں لیکن امام حسینؓ کی شہادت تسلیم کرنے کے بعد صحابہ کے غزوات وشہادات کے اعتبار سے سید الشہداء ہیں لیکن یہ بات وہی مانے گا جسے سیدنا امام حسینؓ کی شہادت مسلم ہے اور جو بدبخت اُنکی امامت وشہادت کا منکر ہے وہ کب مانتا ہے۔

﴿سیادتِ حسنینؓ﴾

حضور نبی پاک ﷺ کے سید ہونے میں نہ کسی کو شک ہے نہ ہو سکتا ہے بلکہ جو اِس میں شک کرے وہ سیدھا جہنم میں جائے گا اور قاعدہ ہے کہ آل واولاد کو وہی لقب نصیب ہوتا ہے جو باپ کو نصیب ہو اور الحمد اللہ حسنین کریمین رسول اللہ ﷺ آل اولاد ہیں اور یہ صرف حضور سرور عالم ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کا نسبی سلسلہ شہزادی سیدہ فاطمہؓ سے آگے چلتا ہے۔ ورنہ دستور ہے کہ نصب کا سلسلہ نرینہ سے چلتا ہے۔

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ کُلُّ سَبَبٍ وَ نَسب مُنقَطِعٌ یَومَ القِیٰمَتِهِ الّا سَبَبِی وَ نَسبَی وَکُلُّ وَلَدِ ادَمَ فان عصبتهم لا بیهم ماخلا ولد فاطمه فانی انا ابو هم و عصبتهم۔

(راوه ابو الصالح الموذن فی اربعینه والحافظ بن الاحضر وابو نعیم فی معرفته الصحابه العلم الظاهر ص ٥) (لابن العابدین الشامیؒ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر سبب ونسب قیامت میں منقطع ہو جائے گا۔ سوا میری سبب و

نسب کے اور تمام اولادِ آدم کا عصبہ اُن کے آباء سے ہے سوائے اولادِ فاطمہ کے کیونکہ اُن کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔

(۲)۔عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٗ قال سمعت رسو ل اللہ ﷺ یقولعلی المنبر مابال رجال یقولون اِن رحم رسول اللہ ﷺ لا تنفع قومه یوم القیمته بلی واللہ اِن رحمی موصوله فی الدنیا والآخرة وانی ایها الناس فرط کم علی الحوض۔

(رواه الامام احمد والحاکم فی صحیحه والبیقی ۔ العلم الظاہر ص ٥)

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر فرماتے ہوئے سنا۔ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی قرابت قیامت میں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ہاں خبر دار میری قرابت دنیا و آخرت میں متصل یعنی نفع بخش ہے اور اُن لوگوں میں تمہارے لئے حوض پر تمہیں نفع دینے والا ہوں۔

فائدہ :۔ اُمتی دنیا میں کتنا عروج پا جائے آخرت میں کوئی کسی کا نسب نہ ہو گا لیکن سادات کا نسب قیامت میں درخشاں و تاباں ہو گا۔

نبوی مہر ثبت ہے :۔ حسنین کریمین اور اُنکی والدہ کریمہؓ کو نہ صرف دنیوی سیادت عطا فرمائی آخرت میں بھی اُن پر سیادت کا تاج سجا ہو گا۔

چند احادیث مبارکہ حاضر ہیں۔

(۱) حضور سید کونین ﷺ حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیٰ ابیها و علیها والصلوۃ سے فرمایا۔

یا فاطمته الاترضین آن تکونی سیدة نسآء اهلِ الجنتهِ اونسآ ء المو منین

(بخاری شریف وغیرہ)

ترجمہ :۔ اے فاطمہ ! کیا تو اِس بات سے راضی نہیں کہ جنتی عورتوں یا مومنوں کی بیویوں کی سردار ہے

(۲) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنته حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں (مشکوۃ ص ٥٧٠)

(۳) حضرت ابن عمرؓ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ان الحسن والحسین هما ریحانی من الدنیا حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں (مشکوۃ ص ۵۷۰)

(۴) حضرت اُسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان سکا۔ جب عرض حاجت سے میں فارغ ہوا تو دریافت کیا حضور ﷺ یہ کیا اُٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین ہیں۔ آپ نے فرمایا هذانِ ابنای وابنا ابنتی۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں اور پھر فرمایا اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من یحبهما۔ اے اللہ! میں اُن لوگوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اُن کو محبوب رکھ اور جو اِن سے محبت کرتا ہے اُن کو بھی محبوب رکھ۔ (مشکوۃ ص ۵۷۰)

جگر گوشے رضی اللہ عنہم :۔ اولاد جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے وہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چنانچہ

(۱) حضرت اُم الفضل بنت الحارثؓ یعنی حضور اقدس ﷺ کی چچی حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کی اہلیہ محترمہ ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو نے کیا دیکھا ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جرات نہیں پاتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیان کرو تو اُنھوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہراء کا بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے اور حضرت اُم الفضل کی گود میں دیئے گئے (مشکوۃ شریف ص ۵۷۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسینؓ کے لعابِ دہن کو اِس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل التمرة (نور الابصار ص ۱۱۴)

(۳) ترمذی شریف میں حضرت یعلیٰ بن مرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے فرمایا

حسین منی وانا من الحسین ۔ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں ۔ یعنی حسین کو حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ کو حسین سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہیں تو حسین کا ذکر حضور ﷺ کا ذکر ہے حسین سے دوستی حضور ﷺ سے دوستی ہے ، حسین سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔

(۴) نیز ارشاد فرماتے ہیں احب اللہ من احب حسینا ۔ جس نے حسین سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی (مشکوۃ ص ۵۷۱)

فائدہ :۔ یعنی حضرت امام حسینؓ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے (ص ۱۰۵ ج ۵)

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی کو دیکھے ۔ (نور الابصار ص ۱۱۴)

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے ؟ حضرت امام حسینؓ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کردیں۔ حضور نے اُن کا منہ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا اللھم انی احبه فاحبه واحب من یحبه ۔ اے اللہ ! میں اِس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِس سے محبت فرما اور اُس سے بھی محبت فرما کہ جو اِس سے محبت کرے۔

فائدہ :۔ معلوم ہوا کہ حضور آقائے دو عالم ﷺ نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسینؓ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اِس سے محبت فرما اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسینؓ سے محبت کرنے والے سے بھی محبت فرما۔

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اِس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اُٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی۔ جس نے اُن دونوں سے محبت کی تو اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اُس دونوں سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی (اشرف المؤید ص ۱۷)

(۸) حضرت فاطمہ زہراءؓ فرماتی ہیں کہ میں حسن اور حسین کو لیکر حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور! یہ آپ کے دونوں نواسے ہیں اُنھیں کچھ عطا فرمائیے تو حضور ﷺ نے فرمایا اماحسن فله هيبتي وسوددِي واما حسين فله جراتي وجودِي۔ حسن کے لئے میری ہیبت وسیادت ہے اور حسین کے لئے میری جرات وسخاوت ہے۔

(۹) حضرت جعفر صادق بن محمدؒ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کے سامنے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کم سنی کے زمانہ میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ بیٹھے ہوئے کشتی ملاحظہ فرمارہے تھے۔ تو حضرت حسن سے حضور ﷺ نے فرمایا حسین کو پکڑ لو۔ حضرت فاطمہ زہراءؓ نے جب یہ سنا تو اُنھیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان! آپ بڑے سے فرمارہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو۔ حضور ﷺ نے فرمایا دوسری طرف جبرائیل حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو

(نور الابصار ص ۱۱۴)

فائدہ :۔ کیا ہی مرتبہ بلند ہے کہ جبرائیل علیہ السلام شہزادگان کے لئے آسمان سے اُنکی کشتی اور ہنسی مذاق دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور خود حضور سرور کائنات ﷺ اُنکی اِس پیاری ادا پر خوش ہورہے ہیں۔

(۹) حضرت علامہ نسفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حسنین کریمین نے دو تختیاں لکھیں۔ ہر ایک نے کہا کہ ہماری تحریر اچھی ہے۔ تو فیصلے کے لئے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس لے گئے۔ آپ بڑے بڑے حیرت انگیز فیصلے کرتے ہیں مگر یہ فیصلہ نہ فرماسکے اِس لئے کہ کسی صاجزادے کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ دونوں شہزادے حضرت فاطمہ زہراءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اماں جان! آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس نے اچھا لکھا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ نہیں کرسکوں گی۔ اِس معاملہ کو تم لوگ اپنے نانا جان کے پاس لے جاؤ۔ شہزادے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آگئے اور عرض کیا نانا جان آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس کی تحریر اچھی ہے؟ ساری دنیا کا فیصلہ فرمانے والے حضور ﷺ نے سوچا کہ اگر حسن کی تحریر کو اچھی کہوں تو حسین کو ملال ہوگا اور حسین کی تحریر کو عمدہ کہوں تو حسن کو رنج ہوگا اور کسی کا رنجیدہ ہونا اُنھیں گوارا نہیں تھا اِس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کا فیصلہ جبرائیل کریں گے۔ حضرت جبرائیل

بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اِس کا فیصلہ خداوند قدوس فرمائے گا میں اِس کے حکم سے ایک سیب لایا ہوں۔ اِس نے فرمایا ہے کہ میں اِس جنتی سیب کو تختیوں پر گراؤں جس تختی پر یہ سیب گرے گا فیصلہ ہو جائے گا کہ اُس تختی کی تحریر اچھی ہے۔ اب دونوں تختیاں اکٹھا رکھی گئیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اوپر سے اُن تختیوں پر سیب گرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ ہی میں سیب کٹ کر آدھا ایک تختی پر اور دوسرا آدھا دوسری تختی پر گرا۔ اِس طرح احکم الحاکمین جل جلالہ نے فیصلہ فرما دیا کہ دونوں شہزادوں کی تحریریں اچھی ہیں اور کسی ایک کی تحریر کو اچھی قرار دے کر دوسرے کی دل شکنی کو گوارا نہ فرمایا۔ (نزہۃ المجالس ص ۲۳۹ ج ۲)

فائدہ :۔ کتنا عظیم الشان ہے کہ جس کا دل میلا نہ خدا تعالیٰ کر تا نہ مصطفےٰ ﷺ۔

(۱۰) حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں ہوتے اور حضرت حسن آتے تو آپ کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ اُنھیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اُتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ اُنھیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اُتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن اُن کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔ (الشرف المؤید ص ۶)

(۱۱) حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ حضرت حسنؓ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں اللھم انی احبہ فاحبہ۔ یعنی اے اللہ! میں اِس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اِس سے محبت رکھ۔ (بخاری شریف ص ۱۵۳)

(۱۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیم حضرت حسنؓ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے۔ کسی صحابی نے کہا نعم المرکب رکبت یا غلام۔ اے صاحبزادے تیری سواری بہت اچھی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا و نعم الراکب ھو۔ اور سوار بھی تو بہت اچھا ہے یعنی اے صحابی! یہ تو تُو نے دیکھا کہ سواری کتنی اچھی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ کہ سوار کتنا اچھا ہے۔ (مشکوۃ ص ۵۷۱)

(۱۳) ایک دن حضرت امیر معاویہؓ کے پاس قریش اور دیگر قبیلوں کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ اُنھوں نے فرمایا مجھے بتاؤ ماں اور باپ، چچا اور پھوپھی، خالہ اور ماموں، نانا اور نانی کے اعتبار سے سب سے زیادہ

معزز کون شخص ہے ؟ حضرت مالک بن عجلانؓ کھڑے ہوئے اور حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ سب سے افضل ہیں۔ اُن کے والد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ اُن کی والدہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اُن کی نانی اُم المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں اور نانا نبی اکرم ﷺ ہیں۔ اُن کے چچا حضرت جعفر ہیں جو جنت میں پرواز کرتے ہیں اور پھوپھی حضرت اُم ہانی بنت ابی طالبؓ ہیں اور اُن کے ماموں اور خالائیں رسول اکرم ﷺ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ پھر مالک بن عجلان نے حضرت امیر معاویہؓ سے پوچھا کیا میں نے صحیح کہا ہے ؟ اُنھوں نے فرمایا ہاں۔ اے اللہ ! یہ سچ ہے۔ (برکات آل رسول ص ۱۴۲)

فائدہ :۔ حسنین کریمینؓ کے فضائل بے شمار ہیں انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے یہ فضائل و کمالات بھی اُنکی سیادت کی دلیل ہیں۔ مزید فضائل فقیر کے رسالہ فضائل اہلبیت کرام میں دیکھئے جن لوگوں کو یزید سے پیار ہے وہ حسنین کریمین بالخصوص امام حسینؓ کے فضائل سے آنکھ چرا کر ایک مبہم روایت کا سہارا لیتے ہیں فقیر نے اُنکے رد میں شرح حدیث قسطنطنیہ لکھی ہے اُسکا مطالعہ ضروری ہے یہاں چند جوابوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

یزید پرستوں کا رد :۔ فقیر نے گزشتہ اوراق میں جتنے فضائل عرض کئے ہیں یزید کے نصیب کہاں بلکہ اُسکے لئے تو مذمت کی روایات صراحۃً لکھ دی ہیں ایک روایت صحیحہ سے یزید پرستوں نے استدلال کیا ہے اُسکی تردید ملاحظہ ہو۔

حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ اول جیش من اُمتی یغزون مدینہ قیصر مغفور لھم (بخاری شریف ص ۴۱۰ ج ۱)

ترجمہ۔ میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا اُن کے لئے مغفرت ہے۔

علم غیب :۔ جس روایت سے یزیدیوں نے استدلال کیا اُنکی بد قسمتی سے اُلٹا انکا رد ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کا علم غیب ہے کہ آنے والے واقعات جیسے بتائے ویسے ہوئے اور اُن یزیدیوں کا رد دوسری طرف یوں ہے کہ حضور ﷺ نے مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :۔ وفی هذه السنه وقيل سنته خمسين سير معاويه جيشا كثيفا الىٰ بلاد الروم للغزاة وجعل عليهم سفيان بن عوف و امرابنه يزيدبالغزاة معهم فتشاقل واعتل فامسك عنه ابوه فاصاب الناس فى غزتهم جو ع و مرض شديد فانشايز يد يقول . ماإن أبالى بما لا قت جمو عهم بالفرقد ونته من حمى ومن هوم بدير مران عندى أم كلثوم اذا التكات على الانما ظ مرتفعا ام كلثوم امراته وهى ابنته عبدالله بن عامر فلبغ معاويه شعره فاقسم عليه ليلحقن بسفيان فى ارض الروم ليصيبه مااصاب الناس۔ (ابن اثير ص ۱۸۹ ج ۳)

ترجمہ :۔ اور اِسی سال ۴۹ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر جرار بلادِ روم کی طرف بھیجا اور اُس پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو اُنکے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اُس کے بھیجنے سے رُک گئے۔ اِس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے (خوش ہو کر) یہ اشعار کہے۔ مجھے پرواہ نہیں کہ اُن لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں ویر مران میں اُونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُم کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں اُم کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو اُنہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ اُسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔

فوائد :۔ (۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلادِ روم کی طرف جہاد کے لئے گیا اُس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے' یزید ہرگز نہ تھا۔

(۲) یہ کہ یزید اُس پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ لہٰذا یزید ہرگز اِس کا مصداق نہ ہوا۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت معاویہ کے حکم کے اُس نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے روگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانیکا

کوئی احساس نہ تھا بلکہ اس کی بے پروائی کا یہ عالم تھا کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ حال تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے تو دیر مران کے مزین و مکلف فرش و فروش اور ام کلثوم کیساتھ عیش چاہیئے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت معاویہ نے اس کے اشعار سن کر قسم کھائی تھی کہ اب اسکو بھی ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔ لہٰذا اس کو مجبوراً بادل نخواستہ قہر درویش بر جانِ درویش کے طور پر جانا پڑا اور نہ وہ اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جذبہ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر گیا تھا۔

(۲) علامہ امام بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

وقیل سیرمعاویة جیشامع سفیان بن عوف الی القسطنطنیه فاوغلوا فی بلا د الروم وکا ن فی ذلك الجیش ابن عباس و ابن عمروابن الزبیر وابو ایوب الا نصا ری وتوفی ابوایوب فی مدة الحصاد قلت الاظهران هولا ء السا دات من الصحا بة کانو امع سفیان هذا ولم یکونوامع یزید بن معاویة لانه لم یکن من ان یکون هولاء السادات فی خد مته وقال المهلب فے هذ الحدیث منقبةلمعاویته لا نه اول من غز البحر و منقبة لولده یذید لا نه اول من غزا مدینه قیصر انتهی قلت ای منقبته کانت لیزید وحاله مشهور فان قلت قال ﷺ فی حق هذا الجیش مغفور لهم قلت لایلزم من دخوله فی ذالك العموم ان لایخرج بد لیل خاص اذلا یختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان یکونوامن اهل المغفرة حتے لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذالك لم یدخل فی ذالك العموم فدل علي ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فیه منهم۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۴۹ ج ۶)

ترجمہ :۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک لشکر جس کے امیر سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا وہ لشکر روم کے شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری تھے اور ابو ایوب اسی زمانہ حصار میں وہیں فوت ہوئے میں

کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے' یزید کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اُسکا اہل نہ تھا کہ یہ بڑے بڑے حضرات اُسکی خدمت میں (ماتحت کی حیثیت سے) رہیں اور مہتاب نے کہا ہے کہ اِس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے دریائی جنگ کی اور اُن کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اُس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی میں کہتا ہوں کون سی منقبت ہے جو یزید کے لیے ثابت ہو گئی جبکہ اُس کا حال خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور ﷺ نے اُس لشکر کے حق میں مغفور لھم فرمایا ہے! تو میں یہ کہتا ہوں کہ اُس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اُس سے خارج بھی نہ ہو سکے۔ کیونکہ اُس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضور ﷺ کے قول مغفور لھم میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں حتیٰ کہ اگر اُن غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اُس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اُس کے واسطے مغفرت ہے۔

(۳) امام قسطلانی شارح بخاریؒ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں :۔ واستدل به المهلب على ثبوت خلافته يزيد وانه من اهل الجنته لدخوله فى عموم قوله مغفور لهم واجيب بان هذا جا على طريق الحميته لبنى أميته ولا يلزم من دخوله فى ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذلا خلاف لقول له عليه الصلواة والسلام مغفور لهم مشروط بكونه من اهل المغفرة حتے لوارتد واحد ممن غزا هابعد ذلك لم يد خل فى ذلك العموم اتفاقاً قاله ابن المنير وفد اطلق بعضهم فيما نقله المولىٰ سعد الدين اللعن علىٰ يزيد.
(ارشاد الساری شرح بخاری ص ۱۰۱ ج ۵)

ترجمہ :۔ اِس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اُس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث کے اس جملہ مغفور لھم کے عموم میں داخل ہے۔ اِس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات محض بنی اُمیہ کی حمایت میں کہی گئی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اِس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کا یہ قول مغفور لھم اِس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس

غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اِس بشارت میں داخل نہیں رہے گا یہ بات ابنِ منیر نے کہی ہے۔ اور بیشک بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے (آگے شرح عقائد کے عبارت نقل کی۔

فائدہ :۔ ثابت ہوا کہ یزید ہر گز اِس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ حدیث قسطنطنیہ کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر اتنے احتمال ہیں اِس لیے اس سے مخالفین کا استدلال صحیح نہیں۔

ازالہ ء وہم :۔ بقول اُنکے مان لیا جائے تو بھی یزید اپنے کرتوت کیوجہ سے اِس نوید سے خارج ہو گیا۔ مثلاً حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے من قال لااله الا الله فقد دخل الجنته (حدیث) کہ جس نے کلمہ لااله الا الله پڑھا وہ جنتی ہو گیا۔ چنانچہ ایک شخص کلمہ شریف پڑھ کر بفرمانِ نبوی علیہ السلام جنتی ہو جاتا ہے اور لااله الاالله کا برابر قائل رہتا ہے تو کیا وہ جنتی ہی رہے گا ہر گز نہیں بلکہ زکوٰۃ، جہاد اور ختم نبوت کا انکار اور بد عقیدہ ہو جانے کی دلیل خاص سے وہ اِس عموم سے خارج ہو جائے گا۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ صرف زبانی کلمہ ء توحید پڑھنے سے آدمی جنتی نہیں ہوتا ہے بلکہ اِس کے لئے شرائط ہیں جن کا ثبوت دوسری آیات واحادیث میں صراحتہً ہے۔

یہ کلمہ صدق قلب اور اخلاص سے پڑھے اور اِس کا پابند رہے ورنہ منافقین جن کو اللہ تعالیٰ یقیناً جھوٹے اور اُن کا جہنم کے درک اسفل میں ہونا یہاں فرماتا ہے اُن کا بھی جنتی ہونا لازم آتا ہے اِسی طرح ایمان کے لئے کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُن میں سے کسی ایک امر ضروری کا انکار کرے تو وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ بشارت اِس کو شامل نہیں ہے۔ اِسی طرح یزید پلید جہاد قسطنطنیہ کے بعد کے اپنے کردار کی وجہ سے ہر شرافت وسعادت سے محروم ہو گیا۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ، شرح حدیث قسطنطنیہ میں ہے۔

سیّدنا غوث اعظم رض

آپ نجیب الطرفین سید ہیں فقیر نے اِس موضوع پر دو رسالے لکھے ہیں جو مطبوعہ۔ (۱) اماطتہ الاذی عن نسب غوث الوریٰ۔

(۲) کیا غوثِ اعظم سیّد نہیں :۔ آپکے نسب پاک پر عیسائیوں اور شیعوں نے حملہ کیا ہے جو

سراسر غلط ہے۔ آپ کا اجمالی نسب نامہ ملاحظہ ہو۔

پدری نسب نامہ :۔ والد ماجد کی طرف سے آپ کا شجرہ نسب یوں ہے' سیدنا محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابی عبداللہ بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن المثنیٰ بن سیدنا امیر المومنین امام حسن بن سیدنا امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

مادری نسب نامہ :۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب نامہ یوں ہے۔ سیدتنا ام الخیر امتہ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ الصومعی الزاہد بن سید ابو جمال بن سید محمد محمود بن سید ابو العطا عبداللہ بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابو علاؤ الدین سید علی محمد الجواد بن سید علی الرضا سید موسیٰ الکاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امیر المومنین امام حسین بن اسد اللہ الغالب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سید و عالی نسب در اولیاء نور چشم مرتضیٰ و مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

غوثیہ نسب نامہ کے اجمالی حوالے

عارف باللہ حضرت مولانا جامی اپنی مشہور کتاب "نفحات الانس" اور علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن شہاب معروف بہ ابن رجب اپنی کتاب "طبقات حنابلہ" میں آپ کو صحیح النسب سادات حسنی لکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں قلاوۃ الجواہر' نزہت بجۃ اور طبقات خزانت الوفیات و غیرہ طبقات بھی ہم زبان ہیں۔ کہ آپ صحیح نسب حسنی حسینی تھے۔

طعن کی تقریر :۔ آپ کو عیسائی ایرانی النسل اور شیعہ سرے سے سید نہیں مانتے۔ انگریز کے سوال کا جواب مندرجہ ذیل عبارت سے پڑھئے اور شیعہ کی عبارات اور اُس کے جوابات آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ یہ غلط خیال ہے کہ آپ ایرانی النسل تھے۔ اِس دعویٰ کے لئے کوئی سند پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔ اگر آپ عربی النسل نہ ہوتے تو آپ کے معاصرین خصوصاً وہ علماء جو آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے مثلاً مفتی عراق ابو بکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ البکری البغدادی اپنی کتاب "انوار الناظر" میں جو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کی سیرت سے متعلق ہے' اِس کا تذکرہ ضرور

کرتے۔ ایرانی حبشی زنجی (نیگرو) یاترکی نسبت کو نہ اُس زمانے میں مسلمان پست تصور کرتے تھے اور نہ قرون وسطیٰ کے کسی دور میں کیونکہ "نیچ ذات" خالص ہندوانہ تصورِ حیات ہے۔ مفروضات کی دنیا وسیع ہے بلکہ بعض اوقات گھناؤنی بھی نظر آتی ہے۔ اور شیعہ کا خیال ہے کہ شیخ سید نہ تھے۔ ملاحظہ ہو (کلید مناظرہ صفحہ نمبر ۴۱۴)

جواب :۔ یہ صرف شیعوں کی متعصّبانہ چال ہے۔ وہ صرف اِس لئے کہ حضور غوث پاکؒ نے شیعہ عقائد کی بھرپور تردید فرمائی ہے۔ اُن کا قاعدہ ہے کہ جو اُن کے نظریات کا مخالف ہوا اُسے سب و شتم اور الزام تراشی و بہتان بازی سے نوازتے ہیں یہاں تک کہ اُنہوں نے ائمہ زادوں کو معاف نہیں کیا مثلاً حضرت زید بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی ابن ابی طالبؓ حضرت امام حسین کے پوتے اور حضرت زین العابدین کے صاحبزادے کو کافر کہتے ہیں حالانکہ وہ عالم متقی اور پرہیزگار تھے۔ مروانیوں کے ہاتھ شہید ہوئے اور اُن کے صاحبزادے حضرت یحییٰ بن زید کے بھی دشمن ہیں اور ایسے ہی ابراہیم بن موسیٰ کاظم اور حضرت جعفر بن علی یعنی حضرت امام حسن عسکری کے بھائی کو بھی کذاب کہا۔ پھر حسن بن مثنی اور اُن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ محض اور اُن کے بیٹے حضرت محمد ملقب بہ نفس زکیہ کو کافر و مرتد لکھتے ہیں اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن حسین بن حسن اور محمد بن قاسم بن حسن اور یحییٰ بن عمر جو کہ حضرت زید بن امام زین العابدین کے پوتوں میں سے ہیں اُن سب کو کافر و مرتد کہتے ہیں اِسی طرح وہ تمام سادات حسینیہ و حسنیہ جو حضرت زید بن علی امام زین العابدین کی امامت اور بزرگی کے قائل ہیں سب کو گمراہ جانتے ہیں تفصیل اور حوالہ جات فقیر کی کتاب "آئینہ شیعہ مذہب" میں ملاحظہ ہو۔

بنابریں اگر وہ غوث جیلانی محبوب سبحانی قطب ربانیؒ کو گالیاں دیں اور بت پرستوں اور یہودیوں کا چودھری لکھیں تو مجبور ہیں۔ ورنہ حضور غوث الاعظمؒ کے نسب مبارک کو تاریخ نے سورج سے زیادہ واضح کیا ہے۔

دلائل از کتب شیعہ

(۱) شیخ احمد بن محمود اکبر آبادی نے "تذکرۃ السادات" میں لکھا ہے کہ "سلسلہ انساب پدری حضرت قطب ربانی بحر المعانی شیخ الجن والانس شیخ عبدالقادر جیلانی موسیٰ جون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام منتہی می شود" (۲)

کتاب مذکور کی عبارت مسطور بالا لکھ کر منکرین کو یعنی شیعوں کو یوں سمجھاتے ہیں کہ "ہر کہ طعن بر ایشاں دارد از روئے عقائد دارد نہ از روئے نسب و اگر طعن از روئے نسب باشد لاحاصل است چرا کہ در تواریخ نسابان ماضیہ سیادت ایشاں ثابت است۔"

یعنی جو کوئی مذہب شیعہ میں اُن پر طعن کرتا ہے تو بوجہ اُن کے مذہب (سُنی) کے ورنہ آپ کے نسب پر کسی کو طعن کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں اگر کوئی کرے بھی تو بے وقوفی ہے اِس لئے سابق دور میں جتنے نسب بیان کرنے والے محققین ہیں سب کے نزدیک آپ کی سیادت مسلم ہے۔ اِس کے بعد لکھتے ہیں کہ :

"سید قطب الدین حسنی حسینی عمز او حضرت غوث الثقلین است۔"

(۲) مرتضیٰ شیعی نے "بحر الانساب" میں لکھا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانی منسوب است بعبداللہ بن یحییٰ بن محمد رومی بن داؤد الامیر الکبیر بن موسیٰ ثانی الخ یاد رہے کہ حضرت موسیٰ حسن مثنیٰ کے پڑوتے ہیں۔

(۳) روضۃ الشہداء میں بھی اِسی طرح لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سیدی محی الدین عبدالقادر قدس سرہ منسوب است بعبداللہ بن یحییٰ۔

اہل سنت کی کتب سے دلیل

اُن کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ چند ایک مشاہیر کے اسماء درج ذیل ہیں۔

عارف جامی نفحات الانس میں، ملا علی قاری نے نزہتہ الخاطر میں علامہ علاؤ الدین نے تحفۃ الابرار میں علامہ اربلی نے تفریح الخاطر میں سلالۃ الافاضل علامہ سید محمد مکی نے سیف ربانی میں علامہ شیخ سراج الدین شافعی نے درر الجوہر علامہ سید مومن نے نور الابصار وغیر ہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) فی غیرھا لا یعلم عددھم الا اللہ ورسولہ الاعلی (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) فقیر

صرف علامہ شہیر فہامہ بے نظیر حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی عبارت پیش کر کے بحث کو ختم کرتا ہے۔

الشیخ السید عبدالقادر الجیلانی سید شریف الطرفین صحیح النسبین من الابوین الامام لاحسنین الحسن و الحسین بحسب الابتداء الذی علیه الانتهاء متواتر صحیح ثابت ظاہر کظهور الشمس فی اربعته النهار لا یقبل الجمجمته والنزاع کما علیه الاجماع رغما للمبتدعته الرفضته اهل الزیغ والنفاق والشقاء حفظنا الله والمسلمین من کین الحاسدین الضالین یحسدون الناس علی مااتاهم الله من فضله وهو ارحمه الراحمین فلا حاجته الاقامته ادلیل علی هذا النسب الشریف الواضح البرهان المشهور لکل مکان کما قال الشاعر ۔ فلا یصح فی الاذهان شیئی اذا احتاج النهار الی د لیل "(نزہتہ الخاطر)

اِسی طرح حجته البیضاء میں لکھا ہے کہ : " الشیخ محی الدین ابومحمد سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رحمته الله نسبه الشریف من جانب الام الی الامام الهام سیدنا الامام حسین ثبتت برواته المعتدات من المعتبرات الثقاف العلماء المحدثین والمورخین والفقهاء الکاملین العالمین رحمهم الله تعالیٰ۔"

(ف) ہم نے اختصار کے پیش نظر اُن دو عبارتوں اور چند کتابوں کے اسماء پر اکتفا کیا ہے ورنہ سینکڑوں سے تعداد آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ چونکہ وہ طویل لاطائل اور امر لاحاصل ہے اِسی لئے ترک کر دیا۔ منصب مزاج کے لئے اتنا کافی۔ اور ضدی ہٹ دھرم کے لئے دفاتر بھی ناکافی۔

اِن قوی دلائل کے بعد حضور سرور عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے لایجتمع اُمتی علی الضلالته میری اُمت کا گمراہی پر اجماع نہیں ہو سکتا اور فرمایا "ید الله علی الجماعته" جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یعنی حق جماعت کے ساتھ ہوتا ہے اور ہم نے مضمون سابق میں نہ صرف اہلسنت و جماعت کی تصریحات پیش کی ہیں بلکہ اہلِ تشیع کے بہت بڑے بڑے مجتہدین اور آقاؤں کی غلط فہمیوں کی تردید عبارات میں پیش کی ہیں۔ اِس کے باوجود پھر بھی کوئی ضد کرتا ہے تو اُسے بھی حضور علیہ السلام کے مندرجہ ذیل ارشادات غور سے پڑھنے چاہئیں۔ "من شذ شذ فی

النار" (ابن ماجہ) جو جماعت سے ہٹ کر اپنی رائے پر ڈٹا رہے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور فرمایا:

"من فارق الجماعته قدر شبر فقد خلع و بقته الاسلام من عنقه" (احمد۔ ابو داؤد) جو بھی جماعت سے ایک بالشت بھر علیحدہ ہوتا ہے تو وہ سمجھے کہ وہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال رہا ہے۔

اِن تمام دلائل سے بھی سیدنا غوث الاعظمؒ کے ہونے کا منکر ہی تو اُن کی سیادت میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی البتہ منکر کی بد قسمتی کا ثبوت ہوگا۔ اور نقصان ہوگا۔ تو اُسی کا۔ اِس لئے کہ سورج پر تھوکنے سے تھوک اپنے منہ پر ہی پڑتی ہے۔

انتباہ:۔ یاد رہے کہ نہ صرف موجودہ شیعہ سیدنا غوث الاعظمؒ کے نسب شریف کے منکر ہیں بلکہ ایک مدت سے یہ تحریک جاری ہے سب سے پہلے "عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب" کے مصنف نے یہ حرکت کی اور اُس کام مصنف زیدی شیعہ تھا۔ چنانچہ حج الکرامہ صفحہ نمبر ۲۳۱ میں لکھا ہے۔ "صاحب کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب" کہ نیز او از علمائے زیدیہ است" پھر اُس وقت سے نہ صرف اہل سنت نے تردیدیں کیں بلکہ علمائے شیعہ بھی اِس کی تردید میں کمر بستہ ہوئے جن کے چند حوالہ جات فقیر نے اوپر لکھ دیئے۔

بھکانے کا موجب

اصلی غرض تو اُن کی وہی ہے کہ وہ حضرت غوث الاعظمؒ شیعہ رافضی مذہب کے رد میں کمر بستہ رہے اِسی لئے اُن کی شخصیت کو اُن کا گھٹانا ضروری ہوا پھر اُنہیں عوام کو غلطی میں ڈالنے کا موقع مل گیا۔ کہ حضرت غوث الاعظم کے لقب میں عموماً "الشیخ" لکھا جاتا ہے۔ شیعہ نے کہا کہ حضور غوث الاعظم سید نہ تھے ورنہ اُنہیں شیخ کیوں لکھا اور کہا جاتا ہے اگرچہ اُن کے مذہبی پیشواؤں نے دلائل سے سمجھایا کہ حضور غوث الاعظم یقیناً سید تھے۔ من جملہ اُنہوں نے ایک دلیل یہ بھی دی کہ "سید قطب الدین حسنی حسینی" ہیں اور وہ حضرت غوث الثقلین کے چچیرے بھائی ہیں۔ سید قطب الدین کے لقب میں بھی شیخ مذکور ہے اور اُسکی ایک تاریخی دستاویز کتاب شیعہ بحر الانساب صفحہ نمبر ۲۴ سے لیجئے۔ مصنف بحر الانساب بعض اولاد حسن یعنی سیاہ انگیز چچیرے برادر سیدنا غوث الاعظم کے حالات بیان کرتے ہوئے لفظ "شیخ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "سیاہ انگیز ابراہیم بن زید بن امام حسن از بغداد

روئے بولایت دار المرز جیلان نہادو مدتے روزگار در شعب جبال بسر بردودیر اسپاہ انگیزی گفتند از جہت آنکہ باہشام بن عبدالملک بن مروان بسیار مجادلہ نمودہ بود آخر الامر بدار المرز جیلان موضع کوہ پایہ وطن ساخت و ذریات وے بسیار رشد تازمان خلفاء بنی عباس و آں ملعون حکم کردہ بود کہ سید صحیح النسب را بحشند ن چوں خلفائے بنی عباسی بجوہ پایہ ناززندراں بموضع استاق رسید ناسیداں راز جروسیاست می کروند کہ اینا کہ در استاج باشند شیخ اند سید نیستند چوں آں منافقین این سخناں شنید ندوست از کشتن سادات باز داشتند واز اں زماں القاب ایشاں شیخ مذکور است وسیادت شان مخفی بماند۔"

سپاہ انگیز ابن ابراہیم بن زید بن امام حسن بغداد سے پہاڑوں میں چھپ گئے اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہشام بن عبدالملک سے اُنہوں نے جنگ کی لیکن باوجہ کمی کے پہاڑوں میں وطن بنالیا آپ کی اولاد بہت ہوئی اِس بد بخت خلیفہ نے حکم جاری کیا کہ ہر سید صحیح النسب کو قتل کر کے اُن کی بنیاد بھی ختم کر دی جائے اُنہوں نے تلاش کر کے اُن حضرات کو پالیا لیکن وہاں کے باسیوں نے اُن کی جان بچانے کے لئے قسم کھائی کہ یہ لوگ شیخ ہیں اِس وجہ سے اُس وقت سے اُن کا نام شیخ مشہور ہو گیا اِس روایت سے شیعوں کا وہ اعتراض بھی دفع ہو گیا جو لکھا کہ جنگی دوست عجمی ہے۔ (کلید مناظرہ صفحہ نمبر ۲۱۵) اِس سے اِس کا مقصد یہی ہے کہ حضور غوث الاعظم کے والد ایک عجمی تھے اِسی لئے سید نہیں (لاحول ولاقوۃ) کیا عجمیت سیادت کو حائل ہے کیا جنگی دوست کے لفظ سے سیادت کی نفی ہوتی ہے تو پھر اس طرح سپاہ انگیز کے لفظ سے بھی اُن کے چچیرے بھائی سے سیادت کی نفی کرنی چاہیے حالانکہ وہ غلط ہے جس طرح وہ غلط ہے تو یہ بھی غلط۔ اصطلاح صوفیہ میں شیخ نائب ووارث نبوت کو کہا جاتا ہے۔

بہر حال شیعہ اپنی اندرونی بیماری سے غلط بیانی کرتے ہیں ورنہ حضور غوث الاعظمؒ کا نسب شریف اظہر من الشمس والامس ہے۔

حضرت سید پیر گولڑہ

آپکی سیادت بھی اظہر من الشمس ہے لیکن ایک غیر مقلدوہابی عبد الاحد خانپوری نے آپکے سامنے علمی پسپائی کے بعد آپکی ذات پر کئی کیچڑ اچھالے اِس پر اپنی تصنیف میں کئی صفحات کالے کر کے اپنا اعمال نامہ کالا سیاہ کیا فقیر اُنکی سیادت کے ساتھ انکا مختصر علمی تذکرہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اگرچہ جی چاہتا ہے ہر سید زادے کے شجرہائے نسب یہاں درج کروں لیکن اِس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں مشتے نمونہ خروردہ۔

اِسی پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ نیاز مندان سادات یقین کریں کہ ہر سید زادہ ہمارے لئے سر کا تاج ہے۔

اجمالی تعارف

سید پیر مہر علیؒ، شاہ حسنی گیلانی قدوس سرہ، محتاج تعارف اور تبصرہ نہیں۔ چنانچہ آنجناب کی تصنیفات سیف چشتیائی۔ تحقیق الحق فی کلمتہ الحق۔ اعلا، کلمتہ اللہ فی بیان وما اہل بہ بغیر اللہ الفتوحات الصمدیہ۔ شمس الھدایۃ۔ عجالہ بر دوسالہ۔ مکتوبات طیبات۔ ملفوظات اور فتاویٰ مہریہ حصہ اوّل۔ اور آپکے اشعار وغزلیات کا مجموعہ متعدد بار منظر عام پر آکر دنیائے علم وعرفان سے داد حاصل کر چکے ہیں۔ اگرچہ آنجناب کا مشغلہ شعروشاعری نہیں تھا۔ اورنہ یہ چیز آپ کے منصب کے شایان تھی۔ تاہم بعض اوقات بلاتکلف بطریق آمد آپ کی زبان مبارک سے بعض اشعار اور غزلیات منصئہ شہود پر آئے ہیں۔ جن کا معتدبہ حصہ کتب مذکور میں موجود ہے۔ جو کہ آپ کے قلبی کیفیات کا آئینہ دار ہے۔ اِس کے علاوہ مثنوی "گومگو" اور دیگر فارسی، اردو، پنجابی اشعار کے مجموعے ایک مستقل، دیوان میں موجود مطبوع ہیں۔

شجرہ نسب

سیدنا پیر مہر علیؒ شاہ بن السید نذر دین بن السید روشن دین بن السید عبدالرحمٰن نوری بن السید عنایت اللہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللہ بن السید اسد اللہ بن السید فخر الدین بن السید احسان بن السید درگاہی بن السید جمال علی بن السید محمد جلال بن السید ابی محمدؒ بن میراں سید محمد کلاں بن میراں شاہ قادر قمیص السندروی فی نواحی السہانپور والحال ضلع انبالہ بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بہاؤالدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبدالرزاق بن السید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینیؒ بن السید ابو صالح موسیٰ بن السید عبداللہ الجیلی بن السید یحییٰ الزاہد بن السید محمد بن سیدنا داؤدؒ بن السید موسیٰؒ بن السید عبداللہؒ بن السید موسی الجونؒ بن السید عبداللہ محضؒ بن السید حسن المثنیؒ السید الحسنؒ بن امیر المومنینؓ اسد اللہ الغالب سیدنا حضرت علیؓ۔

واضح ہو کہ حضرت سیدنا پیر مہر علیؒ شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مشائخ کرام میں سب سے اول حضرت میراں شاہ قادر قمیصؒ عراق عرب سے ہندوستان میں تشریف فرما ہوئے۔ جن کا تذکرہ اخبار الاخیار اور لطائفِ قدوسی وغیرہ معہ کتابوں میں موجود ہے۔ اور ساڈھورہ ضلع انبالہ میں ابتک آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ حضرت میراں شاہ صاحبؒ کی اولاد امجاد سے حضرت قبلہ عالمؒ کے والد ماجد کے جدِ امجد حضرت پیر روشن دین شاہ صاحب اور آپکے برادر حقیقی پیر سید رسول شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اب تک یہ خاندان عالی نشان یہاں آباد ہے۔ یہ شجرہ مبارک سادات کرم کے انساب کی مشہور کتاب مخازن النسب فارسی اور دیگر قلمی کتابوں اور شجروں سے نقل کیا گیا ہے۔ جن کی اصل آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

تعارف

حضرت علامہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ

سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب اُن بزرگان دین اور علمائے کاملین سے ہیں جو بڑی مدت کے بعد کبھی پیدا ہوتے ہیں جن کی نگاہیں باریک سے باریک حقیقت کو دیکھتی ہیں اور جن کی نظروں میں انسانی زندگی کے تمام نقوش خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی پوری وضاحت کے ساتھ نمایاں رہتے ہیں اور جن کے قلوب انوار سبحانیہ کے معدن اور اسرار ربانیہ کے مخزن ہوتے ہیں وہ ایک طرف اپنا تعلق محبوب حقیقی کے ساتھ قائم رکھتے ہیں اور دوسری طرف نوع انسانی کی ہدایت ورہنمائی اور اُن کی ہر جائز خیر خواہی کے لئے ہر میدان میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

ولادت اور خاندان :۔ آپ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۶ء قصبہ گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک ایسے گھرانے میں جلوہ افروز ہوئے جو اِس خاندان سادات قادریہ گیلانیہ کی شاخ ہے جن کے جدِ امجد ضلع انبالہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی جہاں آج تک آپ کا خاندان موجود ہے صاحب مخازن النسب نے آپ کی تفصیلی حالات تحریر کئے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار لاخیار میں آپ کے سید گیلانی اور صاحب کمال بزرگ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ حضرت قبلہ گولڑوی کے والد ماجد سید نذر دین شاہ صاحب کے جد امجد سید روشن دین شاہ صاحب اور اُن کے برادر حقیقی سید رسول شاہ صاحب سب سے اول قصبہ ساڈھورہ ہے حجاز مقدس اور بغداد شریف روانہ ہوئے وہاں سے واپسی پر اُن حضرات نے گولڑہ شریف میں سکونت اختیار کی۔

حضرت گولڑہ شریف نے اپنے والد ماجد اور اُن کے ماموں پیر فضل الدین شاہ گیلانی کی سرپرستی میں ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی بچپن کا زمانہ تھا ایک دن اُستاد نے نہایت تاکید کی کہ کل کے سبق کا اچھی طرح مطالعہ کر کے آنا ورنہ ماروں گا اتفاقاً اِس مقام سے کتاب کرم خوردہ تھی اور کوئی دوسرا نسخہ بھی وہاں موجود نہ تھا آپ پریشانی کے عالم میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بارگاہ خداوندی کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی اگر تو مجھے یہ عبادت سکھادے تو میں تیرا کوئی نقصان نہ ہوگا اور میں اُستاد کی

مار سے بچ جاؤں گا سبحان اللہ یہ کہنا تھا کہ ایک سبز رنگ کی عبارت آپ کے سامنے چمکی جس کو آپ نے ضبط فرمایا دوسرے روز جب اُستاد صاحب نے پوچھا تو آپ نے سب عبارت یاد سنادی چونکہ وہ عبارت کتاب میں موجود نہ تھی اور وہاں پر کوئی دوسرا نسخہ بھی نہ تھا اُستاد صاحب بڑے متعجب ہوئے اور راولپنڈی جاکر دوسرا صحیح نسخہ تلاش کر کے ملاحظہ کیا تو اس عبارت کو حرف بحرف درست پایا واپس آکر کہنے لگے پیر زادہ جی تمہیں اللہ تعالیٰ بڑی شان عطا کرے گا میرے لئے بھی دعا کرنا اور آپ کو مزید تعلیم دینے سے معذرت ظاہر کی اُس کے بعد آپ نے علاقہ ہزارہ میں مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم سے قطبی تک کتابیں پڑھیں بعد میں ضلع شاہ پور بمقام رنگہ مولانا سلطان محمود کے درس میں داخل ہوئے جو علوم ظاہرہ میں ماہر ہونے کے علاوہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی قدس سرہ کے مخلص مرید تھے اور اُس دوران میں اُستاد مرحوم کے ساتھ آپ کو سیال شریف جانے کا کثرت سے اتفاق ہوا اور آخر کار آپ حضرت اعلیٰ سیالوی سے بیعت ہوگئے دواڑھائی سال کے عرصہ میں آپ نے اکثر کتب درسیہ پر عبور حاصل کر لیا اُستاد مرحوم نے دوسرے طلبا کو سبق پڑھانے کا سلسلہ بھی آپ کے سپرد کر دیا اُن مشاغل کے باوجود سیال شریف کی حاضری اور روحانی ترقی کا سلسلہ بھی جاری رہا چونکہ آپ کی طبیعت شہرت سے متنفر تھی اور وہاں پر رفتہ رفتہ آپ کی شہرت بڑھنے لگی اِس لئے آپ نے وہاں سفر اختیار کیا اور کچھ عرصہ چکوال میں ایک مشہور عالم مولانا برہان الدین صاحب مرحوم سے استعفادہ کیا بعد ازاں اپنے مشائخ کی اجازت سے آپ نے ہندوستان کا رخ فرمایا مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے آپ نے استفادہ کا خیال ظاہر کیا مگر مولانا نے سفر حرمین کے ارادے کی وجہ سے معذرت کی آخر کار جب آنجناب کے فضل وکمال کا آفتاب درخشاں ہوا تو ایک دفعہ پاکپتن شریف کے عرس کے موقعہ پر مولانا مرحوم اچانک آپ کے قدموں میں گر پڑے کافی ہجوم تھا کسی نے کہا یہ مولانا احمد حسن کانپوری ہیں آپ نے فوراً اٹھا کر گلے سے لگا لیا دوران قیام بڑی محبت آمیز مجلس ہوتی رہی مولانا مرحوم نے اِس حد تک اظہار عقیدت کیا کہ کاش مجھے آپ کو ایک دو سبق پڑھانے کا شرف حاصل ہو جاتا اِس لئے نہیں کہ آپ کا اُستاد کہلاؤں بلکہ اِس لئے کہ آپ کے دعوات صالحہ میرے شامل حال ہو جاتے۔ اِس کے بعد آپ مولانا علی گڑھی مولانا سعد اللہ مرحوم کے ہاں حاضر ہوئے ذہانت کیوجہ سے آپ مولانا کی توجہ کا مرکز ہوگئے جب علیگڑھ کالج کے بعض اراکین نے مولانا کے مدرسہ کو فیل کرنے کی غرض سے ایک سخت قسم کے امتحان

کی تجویز کی اور مولانا نے قبل از امتحان آزمائشی طور پر طلبا سے سوالات کئے تو آنجناب کے جوابات ایسے پسند فرمائے کہ اُسی دن ممتحن کے پاس بھیج دیئے چنانچہ دوسرے دن معلوم ہوا کہ ممتحن مذکور نے یہ کہہ کر امتحان لینے کی معذرت کی کہ جس مدرسہ کے طالب علم کا یہ کمال ہے اُس کا امتحان لینا میرا کام نہیں مولانا مرحوم اِس واقعہ کے اِس قدر متاثر ہوئے کہ فرمایا کرتے تھے پیرزادہ جی آپ نے میرے مدرسے کی لاج رکھ لی تقریباً دوسال کے عرصہ میں آپ نے تمام انتہائی کتابوں سے فراغت حاصل کرلی۔

اِس کے بعد تحصیل علم حدیث کے لئے سہارنپور کے مشہور شیخ الحدیث مولانا احمد علی محشی بخاری شریف کے درس میں شامل ہوئے دوران تدریس ایک دن مولانا سے کسی نے سوال کیا قیام تعظیمی پر کیا دلیل ہے آپ نے وہ حدیث پیش کی کہ حضرت سید انصاری کے آنے کے وقت حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا: قومو السید کم: کہ اپنے سردار کے لئے اٹھو سائل نے پھر سوال کیا ہو سکتا ہے کسی اور وجہ سے اٹھنے کا حکم فرمایا ہو قیام تعظیمی پر یہاں کونسا قرینہ ہے مولانا مرحوم نے آنجناب کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ مسلم امر ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم کیا جاتا ہے تو اُس کا مصدر حکم کی علت ہوتا ہے لہذا یہاں حضرت سعد کی سعادت اور سرداری قیام کی علت ہوگی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا مقصد حضرت سعد کی تعظیم کرنا تھا آپ کے اِس استدلال سے سائل خاموش ہو گیا شیخ الحدیث بہت خوش تھے چونکہ مولانا کے حلقہ درس میں اہل حدیث طبقہ کافی ہوتا تھا اسلئے مسائل اختلافیہ پر بارہا گفتگو ہو جاتی تھی آنجناب اُنہیں ایسے دندان شکن جواب دیتے کہ پھر اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہ جاتی اِس قسم کے علمی کمالات کو دیکھ کر ایک دن مولانا نے اپنے گھر پر آپ کو دعوت دی اور بعد میں سند حدیث دے کر فرما کہ آپ کو مزید پڑھنے کی ضرورت نہیں اپنے وطن تشریف لے جائیں اور خلق خدا کو مستفیض کریں چنانچہ آپ ۱۸۷۷ء میں تقریباً ۲۱ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو کر اپنے وطن تشریف لائے اور اپنے آبائی قصبہ گولڑہ شریف میں خلق خدا کو علم وعرفان کی نعمت سے مالامال فرمایا۔

جذب سلوک:۔ آپ علم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم کی طرف بھی پوری توجہ رہی سرکار ولایت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا غوث اعظم کے ارواح طیبہ سے بلاواسطہ مستفید ہونے کا تذکرہ متعدد مقامات پر آپ کے کلام منظوم میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں حسب قواعد طریقت سلسلہ چشتیہ

نظامیہ کے مشہور شیخ الوقت حضرت خواجہ شمس الدین شاہ صاحب سیالویؒ سے اور اپنے خاندان کے مشہور بزرگ پیر فضل الدین قادری گیلانی سے آپ کو بیعت اور ارشاد کی اجازت حاصل ہوئی۔ اُن حضرات کی عنایات و توجہات کے ساتھ جس قدر ریاضات و مجاہدات آنجناب نے کیئے اُن سے قرون سابقہ کے بزرگان دین کی یاد تازہ ہوتی ہے مہینوں کے مہینے پہاڑوں اور جنگلات میں بسر کر کے مالوفات طبعیہ سے کنارہ کش رہنا آنجناب کی عادت بن چکی تھی۔

کرامات:۔ لوگ عموماً ولایت کا معیار کرامات کو سمجھتے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ کرامات دو قسم کے ہوتے ہیں کرامات حسیہ اور کرامات معنویہ۔ کرامات حسیہ جسے عام طور پر اولیا کرام سے تصرفات منقول ہیں مثلاً ہوا میں اُڑنا پانی پر چلنا وغیرہ لیکن اس قسم کے واقعات غیر ولی سے بھی ہوتے ممکن ہیں اہل ریاضت غیر مسلم افراد کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے شریعت میں اِسکو استدراج سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن کرامات معنویہ یعنی ذوق شوق الٰہی استقامت شریعت اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی ذات پاک سے والہانہ عقیدت و محبت ملت اسلامیہ پر ہر آنے والی آفت کا مقابلہ کرنا اپنے خداداد اثر و تاثر سے اُمت مسلمہ کو اختلاف سے نکال کر صراط مستقیم پر قائم رکھنے کی کوشش کرنا گم گشتگان راہ شریعت و طریقت کو منزل مقصود تک پہنچا دینا مشکل سے مشکل علمی و عرفانی نکات کی تہہ تک پہنچ کر طالبانِ حق کی پیاس بجھانا صبر و قناعت تسلیم و رضا جیسے مقامات عالیہ سے خود آراستہ ہو کر دوسروں کو آراستہ کرنا یہ وہ انعامات ہیں جو محض اُن ہی حضرات کا حصہ ہے جن پر عنایاتِ خداوندی کا خاص ظہور ہوتا ہے آن جناب فرمایا کرتے تھے کہ میں جلانے پھونکنے والی فقیر کا قائل نہیں مردوہ ہے جو فقر کے سات سمندر پی جائے اور ڈکار تک نہ لے وہ دنیا میں رہے لوگوں سے ملے بازاروں میں گھومے مگر دِل کا تالا نہ ٹوٹنے پائے۔

آپکی بے شمار کرامات میں سے ایک ایسی کرامت لکھتا ہوں جب ہر مخالفین اہل سنت کو بھی یاد ہے اور وہ بھی مولانا ممتاز احمد صاحب مدظلہ کے قلم سے ہے وہ کرامت یہ ہے۔

ردِ مرزائیت:۔ ۱۹۰۰ء کے قریب جب کہ ختم نبوت جیسے مسلمہ عقیدہ اہل اسلام میں مختلف تاویلات کے ذریعہ لوگوں نے مسلمانوں میں اختلافات کا ایک طوفان کھڑا کیا تو اِس خطرناک تحریک کو مٹانے کے لئے جس طرح آنجناب نے کارہائے نمایاں کیے وہ اپنی نظیر آپ ہیں تقریر و تحریر ہر لحاظ سے اُمت مسلمہ کے اُس مسلمہ عقیدہ کو آپ نے ایسا اظہر من الشمس کیا کہ مخالفین کو اعتراض کی گنجائش باقی

نہ رہی اظہار حق کے لئے آپ نے یہاں تک جرات مندانہ اقدام کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزا قادیانی میدان میں ایک سفید کاغذ رکھ دے اور میں رکھ دیتا ہوں۔ جس کے کاغذ پر خود بخود غیبی تحریر ہو جائے وہی سچا سمجھا جائے گا دنیا جانتی ہے کہ آپ کے اِس واضح چیلنج کو سن کر مخالفین میدان مناظرہ میں آنے کی جرات نہ کر سکے کتاب شمس الہدایہ دوبارہ اثبات حیاتِ مسیح علیہ السلام اور سیف چشتیائی آپ کی تصنیفات اِس معاملہ کی زندہ مثالیں ہیں۔

آپکے بارہ سوالات :۔ نجدی خیالات کی مدلل تردید کرتے ہوئے جب آنجناب نے اپنی کتاب اعلا کلمتہ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ تصنیف فرمائی تو نجدی مشن کے بعض ہوا خواہوں نے بجائے دلائل کے جواب دینے کے سب دشتم کا راستہ اختیار کیا اور اپنی طرف سے مختلف علوم کے دس مشکل سوالات بڑی محنت سے تیار کئے اور اعلان کیا کہ پیر صاحب اُن سوالات اُنکے جوابات دیں آپ نے سفر کی حالت میں مختصر وقت میں اُن سوالات کے جوابات تحریر فرمائے اور اپنی طرف سے پورے ایک سو ایک سوال تحریر فرمائے لیکن اُن میں صرف بارہ سوالات شائع فرما کر آخر میں تحریر فرمایا کہ اُن کے جواب سے جواب ہی ہو گا یعنی کوئی شخص مخالفین میں سے اُن سوالات کا جواب دیدے لیکن مجھے یقین ہے اُنکے پاس اِس کا جواب ہے نہیں آپکی پیش گوئی سے بعض احباب نے پریشانی کا اظہار کیا تو فرطِ جوش میں آکر فرمایا کہ اگر مرزا میرے کسی بھی سوال کا جواب لکھدیں تو جن انگلیوں سے میں نے سوالات لکھے ہیں وہ کٹوا دونگا چنانچہ آپ کا ارشاد حرف بحرف سچا ہوا یا لوگوں نے اپنے ہم خیال لوگوں سے تعاون کی پوری کوشش کی مگر جوابات پر قادر نہ ہو سکے جناب قادری عبداللہ جو مکہ شریف میں مقیم تھے اُن سے معلوم ہوا کہ جب آپ کے سوالات حجاز شریف پہنچے تو علماء حجاز کے متعدد اجلاس اُن کے حل کے لئے منعقد کئے گئے مگر بجز حیرت کے کچھ حاصل نہ ہوا تو یہ سوالات آپ کی کتاب الفتوحات الصمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں"۔

نظریہ وحدت الوجود :۔ اکابر امت محمدیہ ﷺ جیسے شیخ محی الدین ابن عربی امام عبدالوہاب شعرانی۔ حضرت مولانا روم۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے نظریہ وحدت الوجود پر آنجناب کو پورا عبور حاصل تھا فتوحات مکیہ اور اور فصوص الحکم مثنوی مولانا روم کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے درس میں اُس وقت کے اکابر علماء کرام شریک ہوا کرتے تھے فرقہ غیر مقلدین نے جب حضرت شیخ اکبر کے نظریہ وحدت الوجود پر اعتراضات شروع کئے تو آنجناب نے اعلان فرمایا تھا کہ میں امر تسر میں جو اُس وقت غیر

مقلدین کا گڑھ تھا۔ اگر حضرت شیخ کے مسلک کو قرآن و حدیث و اجماع کی روشنی میں حق ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں اگر میں ثابت نہ کر سکا تو دو ہزار روپیہ ہرجانہ دوں گا بصورت دیگر تمام غیر مقلدین کو قائل ہونا پڑے گا چنانچہ مخالفین کو آپ کے اِس چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔

نوٹ :۔ مزید حالات کے لئے "مہر منیر" کا مطالعہ کیجئے۔ دورِ حاضرہ میں اکثر لوگ دانستہ یا نادانستہ سادات کرام اور اہل سنت عظام کے اعزاز و اکرم میں سستی برتتے ہیں بلکہ بعض حضرات تو اُنکی بے ادبی و گستاخی کو کچھ نہیں سمجھتے اِسی لئے فقیر آخر میں چند دلائل سادات فضائل میں عرض کرتا ہے اور ساتھ ہی چند خطابات بھی شامل کریگا تاکہ اُن حضرات کی تعظیم و تکریم کی سعادت عوام اہل اسلام کو نصیب ہو"۔

فضائل سادات کرام

سادات کرام کا اعزاز اِس لئے ضروری ہے کہ اُنہیں حبیب خدا ﷺ کا خصوصی رشتہ نصیب ہے اور یہ ازلی تقسیم ہے ہم ہزاروں علماء تو بنا سکتے ہیں لیکن ایک سید نہیں بنا سکتے اور یہ بھی اُن پر خصوصی کرم ہے کہ عالم دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہ ہوگا جہاں اسلام ہو اور سید نہ ہو اور الشرف المؤید میں ہے کہ دنیا میں اہل دنیا کی امان ہیں جب یہ حضرات دنیا سے رخصت ہو جائینگے تب قیامت آئیگی۔ اِسی لئے یہ اعزاز و اکرام کے مستحق ہیں اور یہ عذر بھی ناقابل قبول ہے کہ بہت سے لوگ جعلی سید ہوتے ہیں اِس لئے اُنکی عزت ہم کیوں کرتے ہیں کہ ہم نے نسب رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنا ہے ہمیں اُنکے جعل سے کیا غرض اگر اُنہوں نے جعل سازی کی ہے تو اُسکی سزا پائینگے اور کہنا بھی بے جا ہے کہ وہ پیروی رسول ﷺ سے محروم ہیں ہم کہتے ہیں کہ پیروی رسول ﷺ اُن کا زیور ہے اور انہی کو ہی سجتا ہے لیکن یہ غلطی اُنکی ذات سے متعلق ہے ہم نے تو اصل جوہر کو دیکھنا ہے سونے پر کیچڑ لگی ہو تو سونا، سونا ہی رہیگا۔ ہم نے اُسکے اصل کو دیکھنا ہے کیچڑ عارضی ہے وہ اُتر جائیگی آج نہ سہی تو کل۔

اِسی لئے فقیر سادات کرام سے التجا کرتا رہتا ہے کہ آپ حضرات ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہمارے پاس نشانی ہیں آپ کو اگر کیچڑ لگی ہوگی تو کیچڑ سے نفرت ہوگی تو کیوں نہ ہو کہ یہ کیچڑ تمہارے مقدس دامن کو چمٹے ہی ناں۔

ہاں اگر سید کہلوائے اور بدمذہب، شیعہ، وہابی، دیوبندی، مرزائی وغیرہ ہو تو اُسکی کوئی عزت نہیں بلکہ اُسکا اعزاز اکرام گناہ اور اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب۔ کیونکہ اُنکا رشتہ بدمذہبی کیوجہ

سے ٹوٹ چکا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ، بد مذہب سید نہیں اور جعلسازوں سے بھی گزارش ہے کہ چار روزہ زندگی میں تو نسبت کے نام چند افراد سے عزت نصیب ہو گی لیکن قیامت کی سزا سخت ہے وہ آج کی چند روزہ زندگی کی بہ نسبت زیادہ ہو جھل ہے اِسی لئے جعلی سید بن کر اپنی عزت نہ بڑھائیے بہر حال سادات کرام کے فضائل بیشمار ہیں چند فضائل فقیر اس رسالہ میں درج کرتا ہے تفصیل فقیر کے رسالہ "فضائل السادات" میں پڑھیے۔

فل لااسلكم عليه اجرا الا المودة فى القر بى ومن يقتر ف حسنه فزدله فيها حسناه (الشوریٰ ۲۳)

ترجمہ :۔(اے نبی علیہ السلام) اُمت سے فرما دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ احکام الٰہی پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا بجز اِس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اِس میں اور خوبی زیادہ کریں گے۔

فائدہ نمبر ا :۔ اِس آیت کے متعلق مفسرین کرام نے فرمایا۔

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال لما نزلت هذه الايه قل لااسلكم عليه اجرا الا لمودة فى القربى قالو ايارسول الله ﷺ من قرابتك هولا الذين وجت علينا مودتهم قال على وفاطمته وولد اهما (رضى الله عنهم)

(اخربه ابن المنذرو ابن ابى حاتم و ابن مردويه فى تفاسير هم والطبرانى فى المعجم الكبير)

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیۂ قل لا اسلکم اُتری تو صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے واجب فرمائی ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور اُن کے دونوں صاحبزادےؓ۔

احادیث مبارکہ

ا۔عن زيد بن ارقم رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انى تارك فيكم الثقلين مااِن تمسكتم به لن تضلو ابعدى احدهما اعظم من الاخر كتاب الله حبل ممدو دمن السمآء الى الارض و عترتى اهل بيتى لن يفتر فاحتى يرد اعلى الحوض فانظر وا

کیف تخلفونی فیھما۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن والحاکم)

ترجمہ :۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اُن کے ساتھ وابستہ رہے اور اُن کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک قرآن جو دوسرے سے اعظم ہے وہ اللہ کی رسی ہے۔ آسمان سے زمین پر لٹکی ہوئی ہے۔ دوسری چیز اہلبیت اُن دونوں میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ مجھے کوثر پر ملیں گے۔ اِس لئے تم غور کرو کہ میرے بعد تم نے اُن دونوں کے حقوق کیسے ادا کئے (اور اُن کے حقوق میں کیا کیا کوتاہیاں کیں اُن باتوں کی جواب دہی کے لئے حوضِ کوثر پر تیار رہو)

اُنہی سے مروی ہے کہ حضور عالم ﷺ نے حجتہ الوداع میں سب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں تمہارے لئے حوض پر پہلے موجود ہوں گا۔ تم میرے تابع ہو اور عنقریب میرے حوض پر آؤ گے تو میں تم سے اپنی عظیم امانتوں کے متعلق پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد اُن سے کیا کیا۔ اِس پر ایک مہاجر کھڑا ہو کر پوچھنے لگا وہ دو عظیم چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا اُن میں بڑی امانت تو اللہ کی کتاب ہے۔ یہ ایک ایسی رسی ہے جس کا سرا اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں۔ اُسے مضبوطی سے تھامو۔ دوسری چیز جو نسبتاً اِس سے کم درجے کی ہے، میری آل ہے جو میرے قبلے کو مانتا اور میری دعوت کو قبول کرتا ہے۔ اُسے میری آل سے بھلائی کرنی چاہیے، نہ اُن سے لڑے نہ اُن پر ظلم کرے، اور نہ اُن کے بارے میں کوئی کوتاہی کرے۔ میں نے اللہ لطیف و خبیر سے آل کے بارے میں دعا مانگی ہے کہ وہ میرے پاس حوض پر آئیں ایسے جیسے یہ دو اُنگلیاں ہیں۔

(رواہ الحافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی فی کتابہ نظم دور المسلمین کذا فی العلم الظاہر ص ۴)

۳۔ عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال قال رسول اللہ ﷺ او صیکم بعترتی خیر اواِن موعد ھم الحوض (دیلمی)

ترجمہ :۔ میں تمہیں اپنی آل کے ساتھ بہتر سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور اُن کا میرے ہاں حوض پر حاضر ہونے کا وعدہ ہو چکا ہے۔

۴۔ عن عبدالعزیز بسندہ الی النبی ﷺ انہ قال انا واھل بیتی شجر ۃ فی الجنتہ واغصا نھا فی الدنیا فمن تمسک بھا اتخذ الی اللہ سبیلاً۔

(اخرجہ ابو سعید فی شرف النبوۃ۔ العلم الظاہر ص ۴)

ترجمہ :۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں اور میرے اہل بیت جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو اُن سے لٹک گیا۔ اس نے اللہ کی طرف راہ پالی۔

۵۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ۔

اول من اشفع لہ یوم القمیتہ اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب ثم الانصار ثم من امن بی واتبعنی من اھل الیمن تم سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع لہ او لا فضل.

(رواہ الطبرانی والدار قطنی وکتاب الفردوس)

ترجمہ :۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ قیامت میں سب سے پہلے میں اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا۔ اِس کے بعد اِس کی جو ہمارے قریب تر ہو گا۔ پھر انصار کی پھر اس کی جو اہل یمن میں سے مجھ پر ایمان لایا اور میرا تابع ہوا۔ پھر سب اہل عرب کی، پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ زیادہ فضلیت والا ہو گا۔

۶۔ عن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول یا نبی ھاشم انی قدسالت اللہ عن وجدان یجعلکم نجباء رحماء وسالتہ آن یھدی ضالکم و یومن خابفکم ویشبع جا لعکم ۔(رواہ الطبرانی فی الصغیر)

ترجمہ :۔ حضرت ابن جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا اے بنو ہاشم میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ تمہیں نجباور حماد بنادے اور میں نے اُس سے دعا کی کہ تم میں جو گمراہ ہو جائے اُسے ہدایت دے جو خوف میں ہو اُسے امن دے اور جو بھوکا ہو اُسے سیر کر دے۔

۷۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ وعدنی ربی فی اھل بیتی من اقر منھم باالتو حید وبی بالبلاغ آن لا یعذ بھم.

(رواہ الحاکم فی اسنادہ وقال صحیح الاسناد العلم الظاہر ص ۵)

ترجمہ :۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میرے رب نے میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اُن میں سے جو توحید کا اور میرا پوری طرح سے اقرار کرے گا وہ اُسے عذاب نہیں دے گا۔

۸۔عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عن رسول اللہ ﷺ۔ سالت ربی آن لایدخل النار احد امن اهل بیتی فاعطانی ذالك.

(رواہ ابوسعید والملا فی سیرت والدیلمی وولدہ : العلم الظاہر ص ٥)

ترجمہ :۔ حضور ﷺ نے فرمایا! میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں ظاہر نہ ہو۔ سو اُس نے میری دعا منظور فرمائی۔

۹۔عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یا معشربنی ھاشم والذی بعثنی بالحق نبیا واخذ ت بحلقه الجنته مابدات (الابکم اخرجه احمد فی المناقب)۔

ترجمہ :۔اے بنو ہاشم اِس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا میں نے بہشت کا حلقہ لیا اور اُسکی ابتداء علم سے کرونگا۔

۱۰۔ عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما انه قال لمعاویه بن خدیج ایاك و بغضنا فان رسول اللہ ﷺ قال لا یبغضنا احد ولا یحسدنااحد الا ذید یوم القیمته من الحوض بسیا ط من نار (طبرانی)

ترجمہ :۔ حضرت سیدنا حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت معاویہ بن خدیج نے نے فرمایا! اے معاویہ ہمارے بغض ودشمنی سے بچتے رہو۔ اِس لئے حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ جس نے ہم اہل بیت سے بغض یا حسد رکھا۔ وہ قیامت کے دن حوضِ کوثر سے کوڑے مار مار کر ہٹا دیا جائے گا۔

۱۱۔عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یعرف حق عترتی والا نصار فهو لاحدی ثلاث اما منافق اولز ینته واما لغیر طهور یعنی حملته امه علیٰ غیر طهر۔ (اخرجه ابن عدی والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ' سے مروی ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اہل بیت اور انصار کے حقوق نہیں پہچانتا تو اُس میں اُن تین باتوں میں ایک ضرور ہوگی (۱) منافق ہوگا (۲) وہ زناء کی پیداوار ہوگا (۳) یا وہ ناپاکی حیض میں اپنی ماں کے پیٹ میں رہا ہوگا۔

۱۲۔عن ابن عمر رضی الله عنہما قال اخر ماتکلم به رسول الله ﷺ اخلفونی فی اهل بیتی ۔ (اخرجه الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ :۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی کہ (اے مسلمانو!) میرے اہل بیت کی پاسداری میں تم میرے نائب ہو جاؤ۔

۱۳۔عن الحسن بن علی رسول الله ﷺ قال الزموا مود تنا اهل البیت فانه من لقی الله تعالیٰ فهو یود ناد خل الجنته بشفا عتنا والذی نفسی بیده لاینفع عبدا عمله الابمعرفته حقنا (طبرانی اوسط)

ترجمہ :۔ حضرت امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے اہل بیت سے لازمی محبت رکھو اس لئے کہ جو اِس حالت میں اللہ سے ملے گا کہ ہمارے ساتھ محبت رکھتا ہو ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہو گا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' ہمارے حق کی پہچان کے بغیر کوئی عمل کسی بندے کو فائدہ نہیں دے گا۔

۱۴۔ عن المطلب بن ربیعته قال قال رسول الله ﷺ والله لاید خل قلب امرء مسلم ایمان حتی یحبکم لله ولقر ابتی (احمد ترمذی وحاکم۔ ترمذی نے اُسے صحیح کہا)۔

ترجمہ :۔ حضرت مطلب رضی اللہ عنہ' بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضور رسول خدا ﷺ نے فرمایا واللہ! کسی مرد مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو گا۔ جب تک اے اہلِ بیت تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

۱۵۔عن زید بن ارقم ان رسول الله ﷺ اناتارك فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدیٰ والنور فخذ والکتب الله وتمسکوا وحت علی کتاب الله ورغب فیه واهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی۔ (مسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

ترجمہ :۔ زید بن ارقم رض راوی کہ حضور پر نور (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا "میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑ تا ہوں۔ اُن میں پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے لہذا اللہ کی کتاب کو لو اور اُسے مضبوطی سے پکڑ لو (چنانچہ) حضور ﷺ نے لوگوں کی بڑی ترغیب دی۔ اور فرمایا (اے مسلمانوں!

دوسری چیز، میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں۔

ف :۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت اطہار کی عظمت قرآن پاک کی طرح ہے جسے ایمان کے لئے قرآن پاک کو ماننا ضروری ہے' ایسے ہی اہل بیت پاک کو۔

اخرج عبدبن حمید فی مسنده عن زید بن ثابت رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انی تارك فیکم ماإن تمسکتم به بعدی لن تضلوا کتاب الله وعترتی اهل بیتی وانهما لن یتفر قاحتی یردا علی الحوض۔

ترجمہ :۔ عبدبن حمید نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اُنہیں تھامے رہو گے' ہرگز نہیں بھٹکو گے۔ ایک قرآن پاک دوسری میری عترت یعنی اہل بیت ان دونوں میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔ حتی کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

!عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال انی اوشك أن ادعی فاجیب انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله وعتر تی اهل بیتی وان اللطیف الخبیر خبر نی انهما لن یتفر قاحتی یردا علی الحوض فانظر واکیف تخلفو نی فیهما (ابو یعلی)

ترجمہ :۔ ابو احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا کی طرف سے مجھے عنقریب بلاوا آئے گا اور میں چلا جاؤں گا۔ اور میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں قرآن پاک اور میری عترت یعنی اہل بیت ، اور مجھے اللہ لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں آپس میں کبھی جدا نہیں ہوں گے حتی کہ دونوں حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ لہذا سوچ سمجھ کر میری نیابت کا حق اُن کے بارے میں ادا کرو۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ احبو الله لما یغذ وکم من نعمسته واحبو نی لحبِ الله واحبوا اهل بیتی لحبتی۔ (رواہ ترمذی)

ترجمہ :۔ ترمذی اور طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو۔ اس لئے کہ وہ قسم قسم کی نعمتیں تمہیں کھلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

تین دُعائیں :۔ طبرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اے عبدالمطلب کی اولاد! میں نے خداوند کریم سے تمہارے لئے تین باتوں کی دعا کی کہ اللہ تمہارے دل کو ثابت و مضبوط بنائے تمہارے اَن پڑھ کو علم عطا فرمائے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت بخشے اور تم کو سخی، بہادر، رحمدل بنائے تو اگر کوئی شخص ایسی عبادت کرے کہ ہر وقت حرم کعبہ میں چمٹا ہوا رکن یمانی اور مقام ابراہیم میں روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ مگر ایسی حالت میں مر جائے کہ اہل بیت رسول سے بغض رکھتا ہو۔ دوزخی ہوگا۔

بغض اہل بیت :۔ اخرج الطبرانی عن ابن عباس رضی الله عنهما اَن النبی ﷺ قال بغض بنی ہاشم والانصار کفر وبغض العرب نفاق۔

ترجمہ :۔ طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر کی اور عرب سے بغض منافقت کی علامت ہے۔

اخرج ابن عدی فی الکامل عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من ابغضنا اهل البیت فهو منافق۔

ترجمہ :۔ کامل میں ابن عدی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ حضور پرنور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو ہم اہل بیت سے بغض رکھے منافق ہے'۔

اخرج بن حبان فی صحیحه والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لا یغضنا اهل البیت رجل الا ادخله النار۔

ترجمہ :۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "قسم اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جس نے میرے اہل

بیت سے بغض رکھا خدا اُس کو دوزخ میں ڈالے گا۔

حکایاتِ ساداِت

حکایت نمبر ۱:۔ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر فاروقؓ کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا انزل عن منبر ابی واذھب الیٰ منبر ابیک۔ یعنے میرے باپ کے منبر سے اُتریئے اور اپنے باپ کے منبر پر جائیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لم یکن لا بی منبر۔ میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔ اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا۔ جب آپ منبر سے اُترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہو اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔ (اشرف المویدص ۹۳)

نوٹ:۔ اِس واقعہ سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ غاصبؓ تھے اِس لئے تو حضرت امام حسینؓ نے اُنہیں ٹوکا لیکن یہ استدلال جہلانہ ہے اِس لئے کہ بچوں کی باتوں سے دلائل نہیں بنتے امام حسینؓ کی مراد بھی باپ سے حضور ﷺ کی ذات ہے اور یہ بچوں کی عام عادت ہے کہ باپ کی شے کسی دوسرے کے پاس دیکھیں تو وہی کہتے ہیں جیسے امام حسینؓ نے فرمایا۔ اویسی غفرلہ

حکایت نمبر ۲:۔ حضرت امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اُن کے پاس گیا آپ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں باتیں کر رہے تھے اور عبد اللہ بن عمرؓ دروازے پر کھڑے تھے۔ ابن عمر واپس ہوئے تو میں بھی اُن کے ساتھ واپس ہو گیا۔ بعد میں جب حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے فرمایا کیا بات ہے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا امیر المومنین! میں آیا تھا آپ حضرت معاویہ سے گفتگو فرما رہے تھے تو میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ واپس آگیا۔ اُنھوں نے فرمایا آپ ابن عمر سے زیادہ حقدار ہیں ہمارے سروں کے بال اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اگائے ہیں۔ (برکات آل رسول ص ۲۶)

حکایت نمبر ۳:۔ ابو الفرح اصفہانی عبید اللہ بن عمر قواریری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم یحیٰی ابن سعید نے سعید بن ابان قرشی سے روایت کی حضرت عبد اللہ بن حسنؓ، حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تشریف لے گئے وہ نو عمر تھے اُن کی بڑی بڑی زلفیں تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اُنھیں اونچی جگہ بٹھایا اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کی ضرورتیں پوری کیں۔ جب وہ تشریف لے گئے تو حضرت

عمر بن عبدالعزیز کی قوم نے اُن کی ملامت کی اور کہا کہ آپ نے ایک نو عمر بچے کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا۔ اُنھوں نے فرمایا مجھ سے معتبر آدمی نے بیان کیا گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سن رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا انما فاطمته بضعته منی یسر نی مایسر ھا یعنی فاطمہ میری لختِ جگر ہیں اُن کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زہرا تشریف فرما ہو تیں تو میں نے جو کچھ اُن کی بیٹے کے ساتھ کیا اس سے ضرور خوش ہو تیں۔ (برکات آل رسول ص ۳۶)

حکایت نمبر ۴ :۔ شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربیؒ اپنی تصنیف "مسامرات لاخیار" میں اسند متصل سے حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہے متقدمین کو حج کی بڑی آرزو تھی اُنھوں نے فرمایا مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ بغداد شریف میں آیا ہے۔ میں نے اُن کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ کیا پانچ سو دینار لے کر میں بازار کی طرف نکلا تا کہ حج کی ضروریات خرید لاؤں۔ میں ایک راستے پر جا رہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سید زادی ہوں میری بچیوں کے لئے تن ڈھانپنے کا کپڑا نہیں ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اُس کی گفتگو میرے دل میں اُتری گئی میں نے وہ پانچ سو دنیار اُسکے دامن میں ڈال دیئے اور اُن سے کہا کہ آپ اپنے گھر جائیں اور اُن دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کریں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے مجھ کو ایک سید زادی کی امداد کی توفیق عطا فرمائی اور واپس آگیا۔ میں کئی سال حج کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس بار حج پر جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔ دوسرے لوگ چلے گئے حج کیا اور واپس چلے آئے میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور اُنھیں مبارکباد پیش کردوں۔ چنانچہ میں گیا جس دوست سے ملتا اُسے سلام کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کی بہترین جزا عطا فرمائے تو وہ مجھ سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھی حج فرمائے۔ کئی دوستوں نے اِسی طرح کہا او رجب رات کو سویا تو نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا لوگ تمہیں حج کی جو مبارکباد پیش کر رہے ہیں اُس پر تعجب نہ کرو تم نے میری ایک کمزور اور ضرورت مند بیٹی کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اُس نے ہو بہو تجھ جیسا ایک فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرتا رہیگا۔ (برکات آل رسول)

حکایت نمبر ۵ :۔ شیخ عدوی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابن جوزی کی تصنیف ملتقط سے نقل

کیا کہ بلخ میں ایک علوی قیام پذیر تھا اُس کی بیوی اور چند بیٹیاں تھیں۔ قضاء الٰہی سے وہ شخص فوت ہو گیا۔ اُن کی بیوی کہتی ہیں کہ میں شماتت اعداء کے خوف سے سمرقند چلی گئی۔ میں وہاں سخت سردی میں پہنچی۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو مسجد میں لے جا کر بیٹھا دیا اور خود خوراک کی تلاش میں نکل پڑی۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں۔ میں نے اُس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ رئیسِ شہر ہے میں اُسکے پاس پہنچی اور اپنا حال زار بیان کیا۔ اُس نے کہا اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔ اُس نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ میں مسجد کی طرف واپس چل پڑی۔ میں نے راستے میں بلند جگہ پر ایک بڈھا بیٹھا ہوا دیکھا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ محافظِ شہر ہے اور مجوسی ہے۔ میں نے سوچا ممکن ہے اُس سے کچھ فائدہ حاصل ہو جائے چنانچہ میں اُس کے پاس پہنچی اپنی سرگزشت بیان کی اور رئیس شہر کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اُسے بھی بیان کیا اور اُسے بتایا کہ میری بچیاں مسجد میں ہیں اور اُن کے کھانے پینے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے۔ اُس نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا اپنی مالکہ (یعنی میری بیوی) سے کہہ کہ وہ کپڑے پہن کر اور تیار ہو کر آجائے چنانچہ وہ آگئی اور اُس کے ساتھ چند کنیزیں بھی تھیں بوڑھے نے اپنی بیوی سے کہا اِس عورت کے ساتھ فلاں مسجد میں چلی جا اور اِس کی بیٹیوں کو اپنے گھر لے آ۔ وہ میرے ساتھ گئی اور بچیوں کو اپنے گھر لے آئی۔ شیخ نے اپنے گھر میں ہمارے لئے الگ رہائش گاہ مقرر کیا، غسل کا انتظام کیا ہمیں بہترین کپڑے پہنائے۔ اور طرح طرح کے کھانے کھلائے۔

جب آدھی رات ہوئی تو رئیس شہر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور لواء الحمد رسول اکرم ﷺ کے سر انور پر لہرا رہا ہے۔ آپ نے اُس رئیس سے اعراض فرمایا اُس نے عرض کیا حضور آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اقم البينه عندی انك مسلم۔ اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اُس علوی عورت سے جو کچھ کہا تھا اُسے بھول گیا۔ یہ محل جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے یہ اُس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اِس وقت وہ عورت ہے۔

رئیس بیدار ہوا تو رو رہا تھا اور اپنے منہ پر طمانچے مار رہا تھا اُس نے اپنے غلاموں کو اُس عورت کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی تلاش میں نکلا۔ اُسے بتایا گیا کہ وہ عورت مجوسی کے گھر میں قیام پذیر ہے۔ یہ

رئیس اُس مجوسی کے پاس گیا اور کہا وہ علوی عورت کہاں ہے؟ اُس نے کہا میرے گھر میں ہے۔ رئیس نے کہا اُسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ رئیس نے کہا مجھ سے یہ ہزار دینار لے لو۔ اور اُسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا لا واللہ بما ئتہ الف دینار ۔ قسم خدا کی ایسا نہیں ہو سکتا اگرچہ تم لاکھ دینار بھی دو۔ جب رئیس نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ نے اُس سے کہا جو خواب تم نے دیکھا ہے میں نے بھی وہ دیکھا ہے اور جو محل تم نے دیکھا ہے وہ واقعی میرا ہے تم اس لئے مجھ پر فخر کر رہے ہو کہ تم مسلمان ہو گئے۔ اُن کی برکتیں ہمیں حاصل ہو چکی ہیں۔ مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ ھذا القصر لك ولا ھلك بما فعلت مع العلویتہ وانتم من اھل الجنتہ۔ چونکہ تم نے اُس علوی خاتون کی تعظیم و تکریم کی ہے اِس لئے یہ محل تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے اور تم جنتی ہو۔ (برکات آل رسول ص ۲۶۷)

حکایت نمبر ۶ :۔ سیدی عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں۔ سید شریف نے حضرت خطاب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کاشف الجیرہ نے ایک سید کو مارا تو اُسی رات خواب میں اُسے رسول اللہ ﷺ کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ اِس سے اعراض فرما رہے ہیں۔ اِس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا تضر بنی وانا شفیعك یوم القیمتہ۔ تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں۔ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو آپ نے فرمایا اماضر بت ولدی۔ کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ اُس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا وقعت ضربتك الاعلی ذراعی ھذا۔ تیری ضرب میری ہی کلائی پر پڑی ہے۔ پھر آپ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس پر ورم تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔ (برکات آل رسول ص ۲۶۹)

حکایت نمبر ۷ :۔ حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ عالیہ نے لکھا کہ امام اہل سنت کی سواری کے لئے پالکی دروازے کے سامنے لگا دی گئی تھی سینکڑوں مشتاقانِ دید انتظار میں کھڑے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے۔ عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرہ انور سے فضل و تقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دلکشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بے خودی کا عالم طاری تھا گویا پروانوں کے ہجوم میں شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبان شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے

کا موقع ملا۔پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں لے پالکی اُٹھائی۔ آگے پیچھے 'داہنے بائیں نیاز مندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔پالکی لیکر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ امام اہل سنت نے آواز دی "پالکی روک دو"۔

حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔ اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔ "آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں ہے ؟ اپنے جداعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے میرے ایمان کا ذوق لطیف "تن جاناں" کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔اِس سوال پر اچانک اُن میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت وپشیمان کی لکیریں ابھر آئیں۔بے نوائی، آشفتہ حال اور گردش ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اُس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا۔ "مزدور سے کام لیا جاتا ہے۔ذات پات نہیں پوچھا جاتا آہ! آپ نے میرے جداعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔

سمجھ لیجئے کہ مینْ اِسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی شام جاں معطر ہے۔رگوں کا خون نہیں بدل سکتا۔اِس لئے آل رسول ہونے سے انکار نہیں ہے لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔چند مہینے سے آپکے اِس شہر میں آیا ہوں کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اُسے اپنا ذریعہ معاش بنا سکوں پالکی اُٹھانے والے مزدوروں سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ ہر روز سویرے اُن کے جھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصہ کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں پہنچ جاتا ہوں۔

ابھی اُس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اُس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو۔ لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ہائے غضب ہو گیا جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے اُنکے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا کہ "احمد رضا کیا میرے فرزندوں کا دوش نازنین اِسی لئے تھا

کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اُٹھائیں ؟ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اُس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہو گئی ؟

آہ! اِس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے بالکل اُسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اُس کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی نازبرداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہل سنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔ چونکہ راہ عشق میں خونِ جگر سے زیادہ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے اِس لئے لاشعوری کی اِس تقصیر کا کفارہ بھی ادا ہو گا کہ تم پالکی میں بیٹھو اور میں اُسے کاندھے پر اُٹھاؤں۔

اِس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ وفورِ اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہو گئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم و فضل، دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔

شوکت عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے۔ کدورتوں کا غبار چھنٹ گیا۔ غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی ماننا پڑا کہ آل رسول کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت واخلاص کا یہ عالم ہے رسول کے ساتھ اُس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اہل انصاف کو اِس حقیقت کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں ہوا کہ نجد سے لے کر سہارنپور تک رسول پاک ﷺ کے گستاخوں کے خلاف احمد رضا کی برہمی قطعاً حق بجانب ہے۔

صحرائے عشق کے اُس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں منا سکتا۔ وفا پیشہ دل کا یہ غیظ ایمان کا بخشا ہوا ہے نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔

ہے اُن کے عطر بوئے گریبان سے مست گل
گل سے چمن چمن سے صبا اور صبا سے ہم

حکایت نمبر ۷ :۔ علامہ مقریزی فرماتے ہیں مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بیان کیا

کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے گورنر تھے وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمٰن طباطبی موذن کے گھر تشریف لے گئے اُن سے اجازت طلب کی وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو اُنھیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ اُنھیں اندر لے گئے۔ ہم بھی اُن کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمٰن کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھے۔ سب لوگ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرمادیجئے۔ اُنھوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کردوں؟ اُنھوں نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ یعنی ملک ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟ رات کو میں سویا تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا یامحمود تانف ان تجلس تحت ولدی ۔ محمود! تو اِس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے۔ یہ سن کر حضرت سید عبدالرحمٰن رو پڑے اور کہا جناب میں ایسا کہاں ہوں کہ رسول اکرم ﷺ مجھے یاد فرمائیں۔ یہ سنناتھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے

(برکات آل رسول ص ۲۶۹)

حکایت نمبر ۸ :۔ امام ابن العابدین نے لکھا کہ ہمارے مشائخ میں سے ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں مجاوز تھے اور وہ وہاں درس دیتے تھے اُنکے سامنے آیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا. گزری اور یہ بھی اُنہیں معلوم تھا کہ اِس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی اولاد (سادات کرام) کا اکمل الاحوال پر یعنی اچھا خاتمہ ہوگا۔ دلائل بھی اِس پر قوی ملے۔ لیکن سادات مکہ کے حالات سن کر مستبعد سمجھا کہ کہاں وہ کمالات اور کہاں اُن سادات کی غلط کاریاں اسی کشمکش میں ایک روز خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی لیکن دیکھا تو حضور پاک ﷺ نے چہرہ اقدس پھیر لیا اور فرمایا تم کون لگتے ہو۔ میری اولاد کے حسن خاتمہ پر بدگمانی کرنے والے (او کما قال) اِسی گھبراہٹ سے جاگ آگئی اور تائب ہوئے کہ آئندہ کسی سید زادے پر ایسی بدگمانی نہیں کروں گا۔

فائدہ :۔ سادات کے اچھے خاتمے پر بدگمانی گناہ ہے۔ ویسے بھی ہر مومن پر بدگمانی ناجائز ہے لیکن اُن

حضرات کی بدگمانی سے خاص سزا ملتی ہے۔(نعوذ باللہ من ذلک)

حکایت نمبر ۹ :۔ حضرت شیخ ابو سعید گنگوہیؒ جب طلب طریق کے لئے سلطان نظام الدین بلخی کی خدمت میں پاپیادہ گنگوہ سے بلخ پہنچے اور حضرت شیخ کو اطلاع ہوئی تو اول بڑی خاطر تواضع کی۔ شہر سے باہر تک استقبال کو تشریف لائے۔ سلطان بلخ بھی ساتھ تھا کیونکہ وہ شیخ کا معتقد تھا۔ غرض مرشد زادے کا بڑی شان سے استقبال کیا اور شہر میں لے جا کر خوب خدمت کی اور کئی روز تک بادشاہ اور وزراء ، امراء کے یہاں اُن کی دعوتیں ہوتی رہیں۔ جب کئی دن ہو گئے تو شاہ ابو سعید نے عرض کیا کہ حضرت میں گنگوہ سے بلخ تک پیادہ چل کر دعوتوں کے لئے نہیں آیا۔ فرمایا صاحبزادے ! پھر جو خاص مطلب ہو بیان فرمائیے۔ کہا میں تو وہ دولت لینے آیا ہوں جو آپ میرے گھر سے لائے ہیں۔ بس یہ سنتے ہی شیخ کا رنگ بدل گیا اور بزبانِ حال فرمایا۔

ناز پرور وہ سعم نبر دراہ بددست
عاشقی شیوہ زنداں بلاکشش باشد

فرمایا صاحبزادے ! اگر وہ دولت لینا چاہتے ہو تو پھر یہ شان وشوکت رخصت کرو اور آج سے حمام کی خدمت تمہارے سپرد ہے جا کر جھونکو اور نقیب جانقاہ سے فرمادیا کہ اُن کو لنگر کی روٹی صبح وشام دے دیا کرو اور فرمایا جب تک ہم اجازت نہ دیں اُس وقت تک ہمارے سامنے نہ آؤ۔ نہ ذکر بتایا نہ شغل بس نماز روزہ کرتے اور حمام جھونکتے رہتے۔ اِسی حالت میں ایک عرصہ گزر گیا۔ اُس کے حضرت شیخ نے بھنگن سے فرمایا کہ آج کوڑا ابو سعید کے سر پر ڈال دینا۔ بھنگن نے ایسا ہی کیا تو شاہ ابو سعید نے غصہ سے فرمایا گنگوہ ہوتا تو آج تجھے حقیقت معلوم ہو جاتی۔ بھنگن نے عرض کر دیا کہ ابو سعید نے یہ کہا تھا۔ فرمایا ارے ! ابھی تو خناس دماغ میں گھسا ہوا ہے گنگوہ کی بو نہیں نکلی اور حمام جھونکیں چنانچہ اور عرصہ گزر گیا پھر دوبارہ بھنگن کو وہی حکم دیا چنانچہ اُس نے پھر ایسا ہی کیا۔ اِس دفعہ شاہ ابو سعید نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر تیز نظروں سے گھور کر دیکھا۔ شیخ نے یہ حال سنا کر فرمایا کہ ابھی کسر باقی ہے چنانچہ ایک عرصہ تک پھر یہی خدمت جاری رکھی۔ اِس کے بعد پھر وہی حکم دیا۔ اُس نے پھر ایسا ہی کیا۔ اُس وقت شاہ ابو سعید کا نفس بالکل مر گیا تھا۔ کوڑا جو گر گیا تھا اپنے اوپر ڈالنے لگے بھنگن نے جا کر شیخ سے یہ حال عرض کیا تو فرمایا الحمد اللہ اول قدم طے ہوا۔ واقعی یہ تکبر راستہ میں حائل ہے۔ یہ نکل جائے تو پھر بہت جلد طریق طے ہو جاتا ہے عارف فرماتے ہیں۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میاں بر خیز

مگر یہ تکبر بڑی مشکل سے نکلتا ہے چنانچہ اس ریاضت شاقہ کے بعد اب شاہ ابو سعید کو اتنی اجازت ملی کہ شیخ کی مجلس میں آجایا کریں اور باتیں سنا کریں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ذکر تعلیم کیا گیا۔ گویا اب وصل کی تدبیر شروع ہوئی۔ ذکر شروع کرنے کے بعد کچھ حالات و کیفیات طاری ہوئیں تو شیخ کو معلوم ہوا کہ ابو سعید میں عجب پیدا ہو گیا ہے تو فوراً سب ذکر و شغل چھڑا دیا اور کتوں کی خدمت سپرد کی وہ شکاری کتے تھے۔ ایک دن شاہ ابو سعید اُن کو جنگل میں ٹہلانے لے جارہے تھے کہ راستہ میں کوئی شکار کتوں کو نظر آیا۔ شکار کو دیکھ کر وہ تو ہوا ہو گئے شاہ ابو سعید بھی کچھ دیر تک زنجیر کو تھامے ہوئے اُن کے ساتھ ساتھ دوڑتے رہے۔ آخر کہاں تک دوڑتے تھک گئے۔ اور وہ شکاری کتے مضبوط اور قوی اُن کے قابو سے باہر ہو گئے۔ اُن کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میرے ہاتھ سے زنجیر چھوٹ جائے اور کتے چھوٹ کر بھاگ جائیں۔ تو شیخ صاحب کا عتاب ہو گا۔ آپ نے زنجیر کو کمر سے باندھ لیا اور کچھ دور تک اِس طرح دوڑے آخر تھک کر گر گئے۔ اب یہ حال ہے کہ کتے بھاگ رہے ہیں اور یہ ساتھ ساتھ گھسٹتے جا رہے ہیں کہیں ڈھیلوں میں سر لگتا ہے، کہیں کانٹوں سے بدن زخمی ہوتا ہے اِسی حالت میں اُن پر غیبی فضل ہوا کہ ایک تجلی خاص اُنکے اُوپر ہوئی جس کی لذت نے تمام تکلیف کو بھلا دیا۔ ادھر حضرت شیخ کو یہ حالت منکشف ہوئی اور اُنہوں نے خدام سے فرمایا اُس وقت ابو سعید پر فضل ہو گیا اور ایک خاص تجلی سے حق تعالیٰ نے اُن کو مشرف فرمادیا۔ جاؤ جنگل سے اُن کو اُٹھا لاؤ۔ خدام تو ادھر دوڑے اور اُدھر سلطان نظام الدینؒ پر شیخ الشیوخ حضرت شاہ عبد القدوسؒ کی روحانیت منکشف ہوئی۔ اور فرمایا نظام الدین تم کو اُس سے زیادہ مشقت لینے کا بھی حق تھا مگر ہم نے تو تم سے اتنی مشقت نہ لی تھی یہ ایک محبت آمیز عتاب تھا جس سے سلطان نظام الدین کے دل پر بہت بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ اب جو شاہ ابو سعید سامنے آئے ہی تھے کہ سلطان جی نے اُن کو محبت سے سینہ سے لگایا اور پھر ذکر و شغل میں لگا دیا۔ اور خاطر و مدارت ہونے لگی۔ شاہ ابو سعید کو اُس روز کی تجلی کا بہت اشتیاق تھا کہ پھر وہی تجلی ہو۔ روزانہ ذکر کے وقت اُس کے اشتیاق میں رہتے تھے۔ جب کئی روز تک نہ ہوئی تو ایک دن حبس دم کر کے بیٹھ گئے۔ اور پختہ ارادہ کر لیا کہ جب تک وہ تجلی نہ ہو گی سانس نہ چھوڑوں گا چاہے دم نکل جائے کیونکہ ایسی زندگی سے مرنا ہی اچھا ہے اِس

طریق میں بھی کیا کیا حالتیں پیش آتی ہیں جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے چنانچہ کئی گھنٹے تک سانس روکے بیٹھے رہے۔ بالآخر وہ تجلی پھر ہوئی اور اُس کی مسرت میں اِس زور سے سانس چھوٹا کہ پسلی پر ضرب پہنچی اور ٹوٹ گئی۔ اُس وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس میں چمچہ کے اندر دوائی تھی وہ اُن کے منہ میں لگا دی گئی۔ اُس کے کھاتے ہی پسلی فوراً جڑ گئی اور اُس کی وہی حالت ہو گئی۔

درومِ نہفتہ بہ ز طبیباں مدعی
باشد کہ از خزانہ غیبش دوا کنند

اور اِسی کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ چوزے کا شوربہ چند روز تک پینا۔ انہوں نے حالت فرد ہونے کے بعد شیخ سے یہ قصہ عرض کیا۔ شیخ نے فوراً چوزوں کا انتظام کر دیا اور کئی روز تک چوزے کھلائے گئے۔ اب حق تعالیٰ کی طرف سے خود حکم ہوتا ہے عمدہ عمدہ غذائیں کھاؤ۔ پہلے وہ مشقت تھی کہ حمام جھونکو اور جو کی روٹی کھاؤ۔ اِس کے بعد خلافت عطا ہوئی۔ یہ شیخ کامل بن کر گنگوہ آئے۔

فائدہ :۔ اِس حکایت سے یہ ثابت ہوا کہ اولاد سے محبت فطرتی امر ہے اُنہیں جو بھی جس طرح کی تکلیف پہنچائے صاحبِ اولاد کو گوارا نہیں خواہ تکلیف پہنچانے والا کتنا پیارا اور بلند قدر ہو۔ چنانچہ حضور رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین یا اولاد پاک کی شان میں بے ادبی حضور اکرم ﷺ کی ناراضی کا سبب ہے تفصیل کے لئے دیکھئے کتابیں "گستاخوں کا برا انجام" اور بے ادب بے نصیب، دور حاضر کے بعض لوگ اِس بدبختی کا شکار ہوتے رہے ہیں اور نسبت رسول ﷺ کی عظمتوں سے بے پرواہ ہو رہے ہیں یا کئے جا رہے ہیں ورنہ سلف صالحین علیہ الرحمہ کے نزدیک اِس کی بہت اہمیت تھی۔

حکایت نمبر ۱۰ :۔ حضرت امام سیوطیؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں پرائیویٹ سیکرٹری لایا گیا جو خود مسلمان تھا مگر اُس کا باپ کافر تھا۔ آپ نے فرمایا! مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُس کا باپ بے دین ہے۔ منشی بولا، رسول اللہ ﷺ کا باپ بھی تو ــــــ تھا۔ فغضب عمر عبدلعزیز غضبا شدید اوقال ماوجدت له مثلا غیر النبی ﷺ۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز سخت غصے میں آکر فرمانے لگے۔ تجھے نبی کریم ﷺ کے سوا اِس بارے میں کوئی مثال نہ ملی چنانچہ آپ نے آرڈر کر دیا کہ اُسے کسی دفتر میں نہ رکھا جائے۔ یونہی ایک دفعہ آپ نے سلیمان بن سعد کو بھی عہدہ منشی سے برخواست کر دیا تھا کیونکہ اِس نے بھی حضور سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کوئی

نازیبا انداز اختیار کیا تھا۔ (ارشاد النبی ضمیمہ ص ۳)

فائدہ :۔ کیا ممکن نہیں کہ کل قیامت کے دن بھی ایسے گستاخوں کو اِسی گستاخی کی بنا پر دوزخ میں ڈال دیا جائے اگر کسی کو اثباتی دلائل نہ ملیں تو کم از کم زبان ہی بند رکھے۔

انتباہ :۔ یہ حکایت میں نے محض رشتہ رسول ﷺ کے علاوہ اس لئے لکھی ہے کہ آجکل بد قسمت ٹولہ مشہور کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کافر تھے (معاذ اللہ) اُنکے لئے پڑھئے فقیر کی کتاب (ابوین مصطفیٰ)۔

حکایت نمبر ۱۱ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند قریشی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہو کر فخر کا اظہار کرنے لگے۔ اِس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ہم میں تو رسول ﷺ ہیں وہ کہنے لگے بنجر زمین (معاذ اللہ) میں کھجور یا کوئی درخت نمودار ہو گیا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور عالم ﷺ سے اِس کا ذکر کر دیا۔ آپ ﷺ جلال میں آگئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں۔ لوگ آگئے تو حضور سید عالم ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر پوچھا! میں کون ہوں ؟ سب نے عرض کی آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ (ﷺ و رضی اللہ عنہما) فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے خاندان کی تنقیص و تحقیر کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اُن سے نسب میں افضل اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔ (مسالک الحنفا از علامہ سیوطی)

فائدہ :۔ غور فرمائیے کہ حضور سرور عالم ﷺ جب عام رشتہ داری کیوجہ سے اتنا غضب میں آجاتے ہیں تو جگر گوشگان کی گستاخی اور بے ادبی سے کتنا غضبناک ہونگے (نعوذ باللہ من غضب اللہ و رسولہ وجل جلالہ و ﷺ)

حکایت نمبر ۱۲ :۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابو لہب کی مسلمان بیٹی سبیعۃ رضی اللہ عنہا نے حضور پرنور ﷺ سے عرض کی کہ اِن الناس یقولون انت بنت حطب النار رسول اللہ ﷺ وھو مغضب فقال مابال اقوام یوذوننی فی قرابتی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ (ابن منذر۔ مواہب مع زرقانی ص ۸۶، ج ۱)

ترجمہ :۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے۔ سو حضور ﷺ غضب ناک ہو کر

کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے۔ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں اور (انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ) جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ کو ایذا دیتا ہے۔

فائدہ :۔ اب اِس ایذا کا نتیجہ قرآن سے سنیئے۔

اِن الذین یذدون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ و اعد لھم عذاباً مھینا۔

ترجمہ :۔ جو لوگ اللہ اور رسول کو اذیت دیتے ہیں اُن پر خدا کی لعنت ہے۔ دنیا و آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے سوچئے جب ابو لہب کی جو قرآن کے مطابق واقعی اور یقینی دوزخ کا ایندھن ہے بیٹی حضور ﷺ کی قرابت بعیدہ سے فیضیاب ہو رہی ہے تو حضور انور ﷺ کے اپنے جگر پارے کس ادب و تعظیم کے مستحق ہونے چاہیں۔

حکایت نمبر ۱۳ :۔ بغداد میں ایک بادشاہ کے پاس ایک پہلوان ملازمت کرتا تھا۔ بادشاہ کو اُس پر بڑا ناز تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے منادی کرادی کہ جو اُس پہلوان کو شکست دے گا۔ اُسے ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائیگا مگر سارے ملک سے کوئی بھی پہلوان اُس سے کشتی پر رضا مند نہ ہوا آخر کار ایک دبلا پتلا شخص کشتی کے لئے تیار ہو گیا۔ مقابلہ شروع ہونے سے قبل دبلے پتلے شخص نے پہلوان سے کہا جناب میری بیٹیاں جوان ہیں اگر آپ گر جائیں تو میری بچیوں کی شادی ہو سکتی ہے اِس طرح میرے سر سے بوجھ اتر جائے گا۔ پہلوان نے کہا اے شخص! تم بالکل فکر مند نہ ہو میں کشتی کے دوران گر جاؤں گا تم میرے سینے پر بیٹھ جانا مقابلہ شروع ہوا کچھ ہی دیر بعد پہلوان نیچے گر پڑا اور وہ سینے پر سوار ہو گیا۔

بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے پہلوان کو بلا کر کہا "اگر اس مرتبہ تم گرے تو تمہاری تنخواہ بند کر دی جائے گی" لیکن پہلوان نے پھر شکست تسلیم کر لی۔ تیسری بار بادشاہ نے کہا کہ اس مرتبہ (بھی اگر تم گر گئے تو) تمہیں ملک بدر کر دیا جائے گا۔ تیسرے مقابلے میں پہلوان وعدے کے مطابق گر گیا تو اسی وقت بادشاہ نے اس کی جلاوطنی کا حکم جاری کر دیا۔

پہلوان رات گزارنے کے لئے ایک مسجد میں گیا اور سو گیا تو رات کو حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے زیارت سے مشرف فرمایا اور اپنے زمانے کا سردار اولیاء بنا دیا۔

کہتے ہیں یہ پہلوان حضرت سیّدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ تھے اور کشتی میں آپ کا مقابلہ کرنے والا ایک سیّد زادہ تھا۔ (علیہما الرحمہ)

حکایت نمبر ۱۴۱:۔ بغداد کے حاکم ابراہیم بن اسحاق کو ایک رات حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا "قاتل کو رہا کر دو"۔ یہ سن کر حاکم بغداد کانپتا ہوا اُٹھا اور اپنے عملے سے پوچھنے لگا کہ کیا کوئی قتل کا ملزم بھی آیا ہے؟ اُنہوں نے بتایا کہ ہاں ایک شخص ہے حاکم بغداد نے کہا اُسے میرے سامنے لاؤ چنانچہ اُسے لایا گیا۔ حاکم نے اُسے کہا سچ سچ بتاؤ واقعہ کیا ہے۔ اُس نے کہا سچ کہوں گا اور ہرگز جھوٹ نہ بولوں گا۔ بات یہ ہوئی کہ ہم چند آدمی مل کر بدمعاشی و عیاشی کرتے تھے۔ ایک بڑھیا کسی نہ کسی بہانے سے کوئی نہ کوئی عورت ہر رات ہمارے پاس لے آتی تھی۔ ایک رات وہ ایک ایسی عورت لے آئی جس نے میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہ نووارد ہمارے سامنے آئی تو چیخی، چلائی اور بیہوش ہو کر گر پڑی میں اُسے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا اور اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر وہ ہوش میں آئی تو میں نے چیخنے اور بیہوش ہونے کی وجہ پوچھی۔ وہ بولی "اے نوجوان! میرے حق میں اللہ سے ڈر۔ پھر کہتی ہوں کہ اللہ سے ڈر۔ یہ بڑھیا مجھے فریب دے کر ادھر لے آئی ہے میں ایک شریف اور سیدہ ہوں۔ میرے نانا رسول اللہ ﷺ اور میری ماں حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ ہیں۔ خبردار! اِس نسبت کا لحاظ رکھنا اور میری طرف بد نگاہی سے نہ دیکھنا"۔

میں یہ سن کر لرز اُٹھا اور دوستوں کو اِس حقیقت حال سے آگاہ کر کے بہت سمجھایا کہ اِس سیدزادی کی بے ادبی نہ ہونے پائے مگر انہوں نے اُسے دھوکا سمجھا اور یہ خیال کر لیا کہ شاید میں ارتکاب گناہ میں اُنہیں شریک نہیں کرنا چاہتا چنانچہ وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ جرم نہ خود کروں گا نہ کسی کو کرنے دوں گا۔ چنانچہ وہ مجھ پر جھپٹ پڑے اور مجھے ایک زخم بھی آ گیا۔ ایک شخص جو سیدہ کے کمرے کی طرف بڑھا تو میں نے اس پر چھری سے وار کر دیا اور مار ڈالا۔ پھر اس سیدہ کو اپنی حفاظت میں لے کر نکلا تو شور مچ گیا۔ چھری میرے ہاتھ میں تھی، پکڑا گیا اور آج یہ بیان دے رہا ہوں۔

حاکم بغداد نے کہا "جاؤ تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رہا کیا جاتا ہے۔ (حجتہ اللہ علی العلمین ص ۸۱۳)

نکتہ:۔ جب ایک سیدزادی کے ادب کا مقام ہے تو بلاواسطہ اہل بیت کرام علیہم الرضوان کی منزلت کیا ہو گی۔

حکایت نمبر ۱۵۔ :۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ بڑی وجاہت سے چل رہے تھے کہ ایک نادار سید نے کہا "میں سید ہونے کے باوجود بھی آپ سے مرتبے میں کم کیوں ہوں؟" بولے میں تو تیرے جدِ امجد (ﷺ) کا اطاعت گزار ہوں لیکن تو اُن کے اقوال واعمال پر بھی عمل پیرا نہیں ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے جواب میں کہا۔ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تیرے جدِ اعلیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور میرا باپ گمراہ۔ مگر اُنہوں (تیرے جدِ اعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے) جو ترکہ چھوڑا اُسے میں نے پالیا۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ مرتبہ ملا اور میرے باپ کی گمراہی تُو نے ترکے میں حاصل کرلی۔ اِس لئے تُو رسوا ہوگیا۔ لیکن اسی شب آپ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں ناراض دیکھا۔

آخری گزارش :۔ فقیر نے اپنی استطاعت پر موضوع کو خوب نبھایا ہے اور یہ میری ڈائری حضور سرورِ عالم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوگی اِس سے مجھے اُمید ہے کہ وہ کریم ﷺ فقیر کی اِس کاوش سے خوش ہونگے اور مجھے اِس تالیف کی اشاعت سے بھی مسرت ہوئی کہ اِسے ایک سید زادہ اور وہ بھی عالم باعمل شائع فرما رہا ہے۔ میری مراد حضرت صاحبزادہ علامہ پیر سید محمد منصور شاہ صاحب مدظلہ عالیہ آف میانوالی شہر ہے جنھوں نے بہاول پور تشریف لاکر اِس رسالہ کی اشاعت کی نوید سعید سنائی اور الحمدللہ اِس سے قبل بھی صاحبزادہ ممدوح الصدر فقیر کی تصانیف، بدمذہب سید نہیں اور "نورالایمان" شائع فرما چکے ہیں اور آئندہ بھی عزم بالجزم رکھتے ہیں کہ اِس فقیر کی تصانیف زیادہ سے زیادہ شائع فرمائیں، اللہ انہیں اُنکی شان کے لائق دارین کی فلاح وبہبودی نصیب فرمائے (آمین) بارك الله عن قال اميناء۔ مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاول پور پاکستان۔ ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ روزِ افروز پیر مبارک ۱۱ بجے دن۔

تمت بالخیر

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

(اپیل)

آستانہ عالیہ محمدیہ غوثیہ پر جامع مسجد غوثیہ واحدیہ کی تعمیر کا منصوبہ ہے جس پر تخمینہ لاگت لاکھوں روپے ہے تمام مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ دل کھول کر مالی تعاون کریں۔ اللہ تعالی آپ سب کو دونوں جہان کی سعادتیں نصیب فرمائے (آمین)

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2661.5 نیشنل بینک کچہری روڈ میانوالی

آستانہ عالیہ محمدیہ غوثیہ محلہ میانہ میانوالی شہر

فون نمبر 31460

ارشاد نبوی ہے جس نے اللہ کی رضا کیلئے دنیا میں ایک مسجد بنائی اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔ (مشکواۃ شریف)

اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ مسجد بنانے میں جتنے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں ان سب کو مسجد بنانے کا ثواب ملتا ہے۔

(خدمت طباعت مولانا سلطان احمد قادری پائی خیل)